عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

قیمت: ۵ روپے

جلد نمبر ۱۹ | ۱۲ تا ۱۸ محرم ۱۴۲۲ھ بمطابق ۶ تا ۱۲/ اپریل ۲۰۰۱ء | شمارہ نمبر ۴۶

محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا امت مسلمہ کے نام پیغام

مرادِ پیغمبر، دامادِ حیدرِ کرار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

جو مرضیٔ خدا کی

قادیانیوں کی منطق اور طرزِ استدلال

بطلِ حریت آغا شورش کاشمیریؒ

Email:webmaster@khatme-nubuwwat.org

http://www.khatme-nubuwwat.org.pk

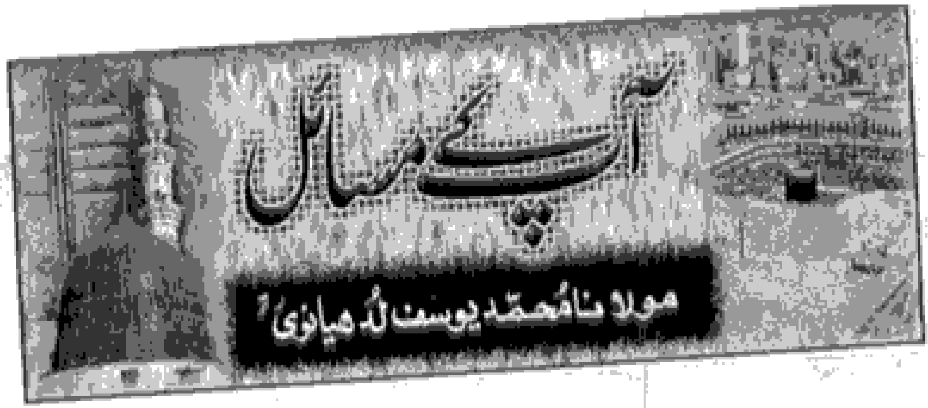

خاتم النبیین کا صحیح مفہوم وہ ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے:

س:......ایک بزرگ نے خاتم النبیین یا لفظ خاتمیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اسلام کو خاتم الادیان کا اور پیغمبر اسلام کو خاتم الانبیأ کا خطاب دیا گیا ہے۔ خاتمیت کے دو معنی ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ کوئی چیز ناقص اور غیر مکمل ہو اور وہ رفتہ رفتہ کامل ہوجائے، دوسرے یہ کہ وہ چیز نہ افراط کی حد پر ہو نہ تفریط کی حد پر بلکہ دونوں کے درمیان ہو جس کا نام اعتدال ہے۔ اسلام دونوں پہلوؤں سے خاتم الادیان ہے۔ اس میں کمال اور اعتدال دونوں پائے جاتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اس عالیشان عمارت کی آخری اینٹ ہوں جس کو گزشتہ انبیأ علیہم السلام تعمیر کرتے آئے ہیں، یہ اسلام کے کمال کی طرف اشارہ ہے، اسی طرح قرآن مجید میں ہے کہ مذہب اسلام ایک معتدل اور متوسط طریقہ کا نام ہے اور مسلمانوں کی قوم ایک معتدل قوم پیدا کی گئی ہے اس سے اسلام کے اعتدال کا ثبوت ملتا ہے۔''

کیا خاتم النبیین کا یہ مفہوم صحیح ہے اور سبھی فرقوں کا اس پر اتفاق ہے؟ براہ نوازش فرماکر ممنون فرمادیں۔

ج:......''خاتم الانبیأ'' کا وہی مفہوم ہے جو قرآن و حدیث کے قطعی نصوص سے ثابت اور امت کا متواتر اور اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ''آخری نبی'' ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت عطا نہیں کی جائے گی۔ اس مفہوم کو باقی رکھ کر اس لفظ میں جو نکات بیان کئے جائیں وہ سر آنکھوں پر، اپنی عقل وفہم کے مطابق ہر صاحب علم نکات بیان کرسکتا ہے لیکن اگر ان نکات سے متواتر مفہوم اور متواتر عقیدہ کی نفی کی جائے، تو یہ ضلالت و گمراہی ہوگی اور ایسے نکات مردود ہوں گے۔

خاتم النبیین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

س:......خاتم النبیین کے کیا معنی ہیں؟ آخری نبی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت نہیں عطا کی جائے گی۔ مولانا صاحب اگر خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تو حضرت عائشہؓ کے قول کی وضاحت کردیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''اے لوگو! یہ تو کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے مگر یہ نہ کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔'' (تکملہ مجمع البحار)

ج:......اسی تکملہ مجمع البحار میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ ارشاد، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے پیش نظر فرمایا ہے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ملی تھی، اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا منشا یہ ہے کہ کوئی بددین خاتم النبیین کے لفظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نہ آنے پر استدلال نہ کرے، جیسا کہ مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ: آیت خاتم النبیین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کو روکتی ہے، پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد مرزا قادیانی کی تردید وتکذیب کے لئے ہے۔

س:......مہدی، اس دنیا میں کب تشریف لائیں گے؟ اور کیا مہدیؑ اور عیسیٰؑ ایک ہی وجود ہیں؟

ج:......حضرت مہدی رضوان اللہ علیہ آخری زمانہ میں قرب قیامت میں ظاہر ہوں گے، ان کے ظہور کے تقریباً سات سال بعد دجال نکلے گا اور اس کو قتل کرنے کے لئے عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے، اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت مہدیؓ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ مرزا قادیانی نے خودغرضی کے لئے عیسیٰ اور مہدی کو ایک ہی وجود فرض کرلیا حالانکہ تمام اہل حق اس پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں۔

نبوت تشریعی اور غیر تشریعی میں فرق:

س:......ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''قولوا انه خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعده''

ج:......تکملہ مجمع البحار میں علامہ محمد طاہر پٹنی نے یہ قول نقل کرکے لکھا ہے: ''وهذا ناظر الی نزول عیسیٰ'' یعنی یہ ارشاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پیش نظر فرمایا۔

س:......امام عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں: ''مطلق نبوت نہیں اٹھائی گئی فقط تشریعی نبوت ختم ہوئی ہے۔ جس کی تائید حدیث میں حفظ القرآن الخ'' سے بھی ہوتی ہے (جس کے معنی یہ ہیں کہ جس نے قرآن حفظ کرلیا اس کے دونوں پہلوؤں سے نبوت بلاشبہ داخل ہوگئی) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک ''لا نبی بعدی ولا رسول'' سے مراد صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو شریعت لے کر آئے۔ محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں: ''جو نبوت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے منقطع ہوئی ہے وہ صرف غیر تشریعی نبوت ہے نہ کہ مقام نبوت۔'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے اس لئے اس نے ان کی خاطر تشریعی نبوت باقی رکھی۔ مذکورہ بالا دو اقوال واضح فرمادیں۔ تشریعی اور غیر تشریعی بھی واضح فرمادیں، کیا اس کو اپنے لئے دلیل بنا سکتے ہیں؟

ج:......شیخ ابن عربیؒ اولیأ اللہ کے کشف و الہام کو ''نبوت'' کہتے ہیں اور حضرات انبیأ کرام علیہم السلام کو جو منصب عطا کیا جاتا ہے، اسے ''نبوت تشریعی'' کہتے ہیں۔ یہ ان کی اپنی اصطلاح ہے۔ چونکہ انبیأ کرام کی نبوت ان کے نزدیک تشریعی کے بغیر نہیں ہوتی، اس لئے ولایت والی نبوت واقعتاً نبی ہی نہیں۔ علامہ شعرانیؒ اور شیخ ابن عربیؒ بھی انبیأ کرام علیہم السلام والی نبوت (جو ان کی اصطلاح میں نبوت تشریعی کہلاتی ہے) کو ختم مانتے ہیں اور ولایت کو جاری، اور یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے فرق صرف اصطلاح کا ہے۔ (واللہ اعلم)

ختم نبوت کی تحریک کی ابتدأ کب ہوئی:

س:......ختم نبوت کی تحریک کی ابتدأ کب ہوئی؟ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب جھوٹے مدعیان نبوت نے دعویٰ کیا تھا یا کسی اور دور میں؟

ج:......ختم نبوت کی تحریک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: ''انا خاتم النبیین لا نبی بعدی'' سے ہوئی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے مدعیان نبوت کے خلاف جہاد کرکے اس تحریک کو پروان چڑھایا۔

☆☆..................☆☆

http://www.khatme-nubuwwat.org.pk

ہفت روزہ ختم نبوۃ

۱۲ تا ۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ بمطابق ۶ تا ۱۲ / اپریل ۲۰۰۱ء

جلد: ۱۹ شمارہ: ۴۶

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمن جالندھری
نائب مدیر اعلیٰ: مولانا مفتی محمد جمیل خان
مدیر: مولانا اللہ وسایا

سرپرست اعلیٰ: حضرت خواجہ خان محمد
سرپرست: حضرت سید نفیس الحسینی شاہ

بیاد گار

☆ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
☆ خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
☆ مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
☆ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
☆ محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
☆ فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیات
☆ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
☆ امام اہلسنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
☆ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
☆ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود

مجلس ادارت:

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا عبدالرحیم اشعر
مفتی نظام الدین شامزی، مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا سعید احمد جلال پوری، علامہ احمد میاں حمادی
مولانا منظور احمد الحسینی، صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، مولانا محمد اشرف کھوکھر

☆.........☆.........☆

سرکولیشن منیجر: محمد انور، ناظم مالیات: جمال عبدالناصر
قانونی مشیران: منشت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، کمپیوٹر کمپوزنگ: محمد فیصل عرفان

زر تعاون بیرون ملک
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۹۰ ڈالر
یورپ، افریقہ ۷۰ ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک ۶۰ ڈالر

زر تعاون اندرون ملک
فی شمارہ ۵ روپے، سالانہ ۲۵۰ روپے
ششماہی ۱۲۵ روپے

چیک، ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت نیشنل بینک پرانی نمائش اکاؤنٹ نمبر ... کراچی پاکستان ارسال کریں

اس شمارے میں

حکومت قادیانیوں کو ان کی اقلیتی حیثیت کو تسلیم کرنے کا پابند بنائے .... (اداریہ) 4
محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا امت مسلمہ کے نام پیغام (حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ) 6
جبل حریت آغا شورش کاشمیری .... (صاحبزادہ طارق محمود) 9
قادیانیوں کی منطق اور طرز استدلال .... (جناب محمد سلیم ساقی) 12
عقیدۂ ختم نبوت اور ہماری ذمہ داری .... (جناب سکندر راہ الرحمن) 16
جو مرضی خدا کی .... (جناب ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی) 17
مراد پیغمبر خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (صاحبزادہ عزیز الرحمن رحمانی) 23
اپریل فول، حماقت یا بد مذاقی؟ .... (حافظ سعد شیخ) 25

لندن آفس
35 Stockwell Green,
London. SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان
فون ۵۱۴۱۲۲-۵۸۳۴۸۶ فیکس ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی فون ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M. A. Jinnah Road, Ph: 7780337 Fax: 7780340

ناشر عزیز الرحمن جالندھری — طابع اسید شاہد حسین — مطبع القادر پرنٹنگ پریس — مقام اشاعت جامع مسجد باب الرحمت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت سید نفیس شاہ الحسینی صاحب کے گھر پر چھاپہ
تا حال سرکاری اہلکاروں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوئی
ٹال مٹول کی حکومتی پالیسی اصل خرابی کی جڑ!

حضرت سید نفیس شاہ صاحب دامت برکاتہم نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، مدیر اعلیٰ اقرأ، ممتاز روحانی شخصیت کے گھر پر چھاپے کی کچھ تفصیلات گزشتہ شمارہ میں ایک کھلے خط کے ساتھ شائع کی گئی۔ ۲۷/ مارچ کو حضرت شاہ صاحب زید مجدہم سے ملاقات کی گئی، اس واقعے پر حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے حضرت مولانا سلمان صاحب تو واپس تشریف لے جاچکے تھے البتہ ہندوستان کے دو مہمان اور جامع مسجد بنوری ٹاؤن کے خطیب مولانا قاری محمد طاہر الدین صاحب تھے۔ صاحبزادہ انیس الحسن کی روایت کے مطابق ۷۰ کے قریب ایلٹ فورس کے نوجوان ڈی ایس پی حنیف اور اے ایس آئی رفیق کی سرکردگی میں کسی خاص ایجنسی کی ہدایت پر دس پندرہ موبائل گاڑی پہنچیں دروازہ پر دستک دی صاحبزادہ انیس الحسن صاحب باہر نکلے۔ ابھی معلومات ہی کر رہے تھے کہ ایلٹ فورس کے نوجوانوں نے مورچے سنبھالنے شروع کر دیئے۔ سیڑھیوں کے ذریعہ گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے، کمروں میں گھس کر تلاشی کا عمل شروع کر دیا۔ ڈیڑھ بجے رات کو حضرت سید نفیس شاہ صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا سلمان صاحب اور دیگر مہمانوں کے ہمراہ گھر پہنچے تو حضرت شاہ صاحب، حضرت مولانا سلمان صاحب کے علاوہ باقی تمام علمأ کرام مولانا محمد طاہر، حضرت کے خدام اور عقیدت مندوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالی ہیں۔ بعض لوگوں کو زنجیروں سے باندھ دیا گیا، پھر ان تمام افراد کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر ایک خاص دفتر میں لے جایا گیا اور وہاں تفتیش کر کے چار ساڑھے چار بجے چھوڑ دیا گیا۔ اس دوران حضرت شاہ صاحب اور حضرت مولانا سلمان صاحب سخت اذیت میں مبتلا رہے کہ نا معلوم کب ان کو گرفتار کر لیا جاتا ہے اور ان کے خدام اور ہندوستان کے مذہبی رہنماؤں پر کیا گزری ہوگی؟ اس خبر کی وجہ سے پاکستان بھر کے علمأ کرام پر ایک عجیب صدمہ کی کیفیت ہے جس کا اظہار الفاظ کے ذریعے نہیں کیا جا سکتا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے حالات کو خراب ہونے سے بچانے کے لئے صدر پاکستان، چیف ایگزیکٹو، گورنر پنجاب، کور کمانڈر پنجاب اور سیکریٹری پنجاب سے رابطہ قائم کیا گیا لیکن تا حال حسب سابق ٹال مٹول کی پالیسی پر حکومت عمل کر رہی ہے جو کہ اصل خرابی کی جڑ ہے۔ ابھی تک یہ تعین نہیں کیا جا سکا کہ کس بنأ پر یہ چھاپہ مارا گیا؟ کس کی گرفتاری مقصود تھی؟ کس کی پشت پناہی میں اتنی

بڑی کارروائی کرنے کی جرأت کی گئی؟

اس بارے میں سب خاموش ہیں کیونکہ حضرت سید نفیس شاہ صاحب دامت برکاتہم تو ایک بے ضرر شخصیت ہیں، اب یا تو کسی غلط اطلاع پر اوروں نے اتنا بڑا کام کرلیا۔ مگر کوئی بھی ذمہ داری کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ آئی ایس آئی کی طرف سے یہ چھاپہ مارا گیا، کوئی اس کو وزارت داخلہ کی طرف منسوب کرکے اپنی جان چھوڑ رہا ہے، اس سلسلے میں گورنر اور کور کمانڈر کی طرف سے تو ملاقات کا وقت نہیں ملا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت اس واقعہ کے سلسلہ میں تمام دینی جماعتوں کا جو اجلاس بلایا گیا تھا اس میں یہ طے کیا کہ لیاقت بلوچ صاحب گورنر صاحب سے ملاقات کے لئے وقت لیں، اس سلسلے میں گورنر صاحب نے ۲۷/ مارچ کو ساڑھے چار بجے کا وقت دیا، اس ملاقات میں تمام مذہبی جماعتوں کے نمائندوں نے شرکت کی جس میں مولانا محمد امجد خان، پیر سیف اللہ خالد، مولانا عبدالقادر آزاد، مولانا اصغر علی عباسی، مولانا عبدالرحمٰن، مجیب الرحمٰن، مولانا اسماعیل شجاع آبادی، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی اور دیگر علماً کرام موجود تھے انہوں نے حضرت نفیس شاہ صاحب دامت برکاتہم کے گھر پر چھاپہ کے بارے میں مقتدر علماً کرام کی گرفتاری سے متعلق لیاقت بلوچ صاحب نے تفصیل سے گورنر کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا۔ بعد ازاں مولانا امجد خان نے بھی گورنر کی توجہ اس طرح مبذول کرائی۔ گورنر صاحب نے وعدہ کیا اور ہوم سیکریٹری کو بھی اس سلسلے میں ہدایت دیں کہ وہ تحقیقات کریں۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعے کی پشت پر جو طاقت ہے اس کے سامنے گورنر اور ہوم سیکریٹری بھی بے بس نظر آتے ہیں۔ ہم ان قوتوں کو اور انتظامیہ کو یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اس طرح ٹال مٹول کی وجہ سے حالات کو خراب ہونے سے بچانے کے ٹھوس اقدامات کرے، جو بھی ایجنسیاں یا ہاتھ مسلمانوں کو لڑانے کی کوشش کررہے ہیں ان کو روکے تاکہ قیام امن میں مدد ملے۔ حکومت اس مسئلہ میں ٹال مٹول سے کام نہ لے، محرم الحرام میں اور ان حالات میں اگر علماً کرام کوئی تحریک نہیں چلائیں تو اس سے غلط فائدہ نہ اٹھایا جائے، بلکہ علماً کرام کے بیانات پر شدید ترین احتجاج سمجھ کر فوراً ان قوتوں کے خلاف ایکشن لیا جائے۔ دیکھئے ہندوستان میں ایک مرتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماً پر چھاپہ مارا گیا، ہندوستان کے مسلمانوں نے احتجاج کیا تو صوبائی اور مرکزی دونوں حکومتوں نہ صرف معافی مانگی بلکہ افسران کو سزا بھی دی۔ اگر غلط رپورٹ کی وجہ سے یہ چھاپہ مارا تو صوبائی اور مرکزی حکومت فوری طور پر معافی مانگے اور افسران کے خلاف کارروائی کرے ورنہ بڑے احتجاج کا انتظار نہ کرے، حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم جو خانوادہ سادات سے تعلق رکھتے ہیں سے پولیس کی اس طرح زیادتی کرنے پر واقعہ میں ملوث سبھی لوگ خدا کے عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت احتجاج کا حق بھی رکھتی ہے اور اگر ضرورت محسوس ہوئی تو عدالت عالیہ جانے سے بھی دریغ نہیں کرے گی۔ امید ہے کہ صدر پاکستان، چیف ایگزیکٹو اور گورنر پنجاب فوری طور پر ایکشن لیں گے۔

حضرت علامہ مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّتِ مسلمہ کے نام پیغام

مفکر ملت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ کا ایک مضمون جس میں امت کے بکھرے ہوئے شیرازہ اور مسلمانوں کے ناگفتہ بہ حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے جولائحہ عمل پیش کیا گیا ہے یقیناوہی امت کے موجودہ امراض پستی ورسوائی کا واحد علاج اور حل ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام امت مسلمہ کا شیرازہ منتشر ہو چکا ہے، ہر جگہ اضطراب ہی اضطراب ہے، نہ حکمرانوں کو چین نصیب ہے نہ محکوم آرام کی نیند سو سکتے ہیں، مصیبت بالائے مصیبت یہ کہ کوئی بھی صحیح علاج نہیں سوچ رہا ہے، جو زہر ہے اس کی تریاق سمجھ لیا گیا ہے، جو تباہی و بربادی کا راستہ ہے اس کو نجات کا راستہ سمجھا جارہا ہے، جو تدبیریں شقاوت کو دعوت دے رہی ہیں انہی کو ذریعہ سعادت خیال کیا جارہا ہے، ماسکو ہو یا واشنگٹن تمام جہنم کے راستے ہیں کوئی بھی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کا راستہ جو سراسر نجات وسعادت کا اعلیٰ ترین وسیلہ ہے، نہیں سوچ رہا ہے جو صراط مستقیم جنت کو جارہا ہے اس سے بھٹک گئے ہیں، نہ معلوم کہ ارباب عقول کی عقلیں کہاں چلی گئیں؟ ارباب فکر کیوں فکر سے عاری ہو گئے؟ آخر تاریخ کی یہ عبرتیں کس لئے ہیں؟ حقائق سے کیوں چشم پوشی کی جارہی ہے؟ خاکم بدہن ایسا تو نہیں کہ تکوینی طور پر امت پر تباہ و بربادی کی مہر لگ چکی ہے؟ اس امت کا زوال مقرر ہو چکا ہے، عروج کا دور ختم ہو گیا ہے، حق تعالیٰ نے تو اسلام اور صرف اسلام کی نعمت کو آخری نعمت فرمایا تھا اور یہ صاف وصریح اعلان ہو چکا تھا کہ اس کے سوا کوئی رشتہ ورابطہ کوئی دین ومسلک قابل قبول نہ ہوگا، نجات اسی دین اسلام میں ہے اور اسی دینی رابطہ میں فلاح وسعادت ہے، باقی تمام راستے شقاوت وہلاکت اور تباہی وبربادی کے راستے ہیں اور یہ ابدی اعلان آج بھی حق تعالیٰ کے آخری پیغام میں کیا جارہا ہے:

”ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ“

ترجمہ: ”اور جو کوئی چاہے سوا اسلام کی حکم برداری کے اور دین، سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا۔“ (ترجمہ شاہ عبدالقادرؒ)

اور سورۂ عصر میں تاریخ کو گواہ بنا کر پیش کیا گیا ہے کہ: ”جن لوگوں میں ایمان باللہ، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر“ یہ چار باتیں نہیں ہوں گی ان کا انجام تباہی وبربادی ہے۔ کیا اسی اسلام سے روگردانی کی اتنی بڑی سزا پاکستان اور پاکستانیوں کو نہیں ملی؟ کہ چند لمحوں میں بارہ کروڑ آبادی کا عظیم ملک پانچ کروڑ کا چھوٹا سا ملک بن گیا۔ کیا بنگلہ دیش کے قضیہ سے دونوں طرف کے مسلمان عذاب الٰہی میں نہیں مبتلا ہوئے؟ اسلامی رابطہ اتحاد واخوت ختم کر کے کیا دولت کمائی؟ آخرت سے پہلے دنیا کی رسوائی اور خسران وتباہی بھی دیکھ لی۔ افسوس! کہ وہی غیر اسلامی سبق پھر یہاں مغربی پاکستان میں دہرایا جارہا ہے، وہی سندھی، پنجابی، بلوچ اور پٹھان کے ملعون نعرے یہاں بھی ابھر رہے ہیں۔ ارحم الراحمین کے غضب کو دعوت دینے والی صورتیں اختیار کی جارہی ہیں۔ طاغوتی طاقتیں جن کا ڈورا باہر کے شیاطین کے ہاتھ میں ہے، اسلام اور مسلمانوں پر ایک اور کاری ضرب لگانے کی فکر میں لگ گئے ہیں: ”فانا للہ وانا الیہ راجعون“ نہ ارباب حکومت مرض کا صحیح علاج سوچ رہے ہیں، نہ ارباب دین، دین کے تقاضوں کو پورا کر رہے ہیں، نہ ارباب قلم زور قلم اصلاح حال پر خرچ کر رہے ہیں۔ غور کرنے سے یہی معلوم ومحسوس ہوتا ہے کہ اس قوم کا آخرت پر یقین یا تو ختم ہو گیا ہے یا اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ نہ ہونے کے برابر ہے، جنت وجہنم اور حیات ابدی کے تصور سے دل ودماغ خالی ہو گئے ہیں تمام نعمتیں وآسائشیں صرف دنیا کی چاہتے ہیں۔ جب مرض یہ ہے یعنی دنیا کی محبت اور آخرت سے غفلت تو اب رہنمایان قوم کا فرض یہ ہے کہ اسی کا تدارک کریں اور اسی کا علاج سوچیں۔ گزشتہ چند سالوں کے تجربات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جو طریقہ علاج کا سوچا گیا اور عملاً اس کو اختیار بھی کیا گیا، وہ صحیح قدم نہ تھا۔ اخبارات بھی جاری کئے گئے، جماعتیں بھی بنائی گئیں، جلسے بھی کئے گئے، جلوس بھی نکالے گئے، مظاہرے بھی کئے گئے، جھنڈے بھی اٹھائے گئے، نعرے بھی لگائے گئے، الیکشن بھی لڑے گئے، کچھ ممبر بھی منتخب ہو گئے اسمبلی ہالوں میں پہنچ گئے، کچھ تقریریں بھی کیں، کچھ تجویزیں بھی پاس ہوئیں، لیکن یہ سب نقار خانے میں طوطے کی آواز بن کر رہ

گئے، قوم سے چندے کئے گئے، کروڑوں روپے خرچ بھی کئے لیکن قوم جہاں تھی کاش وہیں رہتی۔ ہزاروں میل پیچھے ہٹ گئی، میں یہ نہیں کہتا کہ یہ تدابیر اختیار نہ کی جائیں اور یہ بالکل عبث اور ضیاع وقت ہے، لیکن اتنا تو واضح ہوگیا کہ یہ پورا علاج نہیں یا اصل علاج نہیں اور یہ نسخہ مفید ثابت نہ ہوا، مرض کا ازالہ اس سے نہیں ہوسکا، بہر حال ان سیاسی تدبیروں کے ساتھ اب دینی سطح پر کام کی ضرورت ہے۔ اگر آپ کا شوق اس کا متقاضی ہے کہ سیاسی تدبیریں اختیار کی جائیں اور سیاسی حربے بھی استعمال ہوں اور آپ کی طبیعت اور ذوق ان وسائل کو ترک کرنے پر آمادہ نہیں۔ اگرچہ ہماری دیانت دارانہ رائے یہی ہے کہ ان کی حقیقت ایک سراب سے زیادہ نہیں، اور ''کوہ کندن و کاہ برآوردن'' والی مثال صادق آتی ہے۔ وقتی اور سطحی عوامی فائدے ہیں لیکن تاہم اگر آپ کا ذوق تسلیم نہیں کرتا تو ترک نہ کیجئے، لیکن اصلی اور حقیقی و بنیادی کام اصلاح معاشرہ ہے اللہ تعالیٰ کی اس مخلوق کو بھولا ہوا سبق یاد دلائیں، انبیاء کرام علیہم السلام اور مصلحین امت کے طریقوں پر آسمانی ہدایات کی روشنی میں اصلاح کا بیڑہ اٹھائیں اور اپنی پوری طاقت انفرادی، اجتماعی اصلاح امت پر خرچ کریں، گھر گھر، بستی بستی پہنچ کر دعوت الی الخیر کا ربانی پیغام پہنچائیں۔ اجتماعات ہوں تو اسی مقصد کے لئے، جلسے اگر ہوں تو اسی بنیاد پر، مجلات ہوں تو اسی کام کے لئے، اخبارات کے صفحات ہوں تو اسی مقصد کے لئے، اور کاش کہ اگر حکومت کے وسائل حاصل ہوں اور ریڈیو وغیرہ کی پوری طاقت بھی اس پر خرچ ہو تو چند مہینوں میں یہ فضا تبدیل ہوسکتی ہے۔

بہر حال اس وقت یہ آرزو تو قبل از وقت ہے کہ حکومت کی سطح پر جو وسائل نشر واشاعت ہیں وہ ایمان کی روح سے آراستہ ہوں اور ایمانی حرارت اور نور ان میں جلوہ گر ہو، ان کے ذریعہ اصلاح ہو، اب ضرورت اس کی ہے کہ آج کی نسل خدا ترس بن جائے، ان کی اصلاح ہو، آج کی یہی نسل کا حکمراں ہو تو تمام وسائل نشر واشاعت اور خبر رساں ایجنسیاں سب کے سب اشاعت اسلام و تزکیہ اخلاق کے سرچشمے ہوں، پوری قوم نہ سہی اکثریت یا قابل اعتبار اہم اقلیت کی ہی اصلاح ہو جائے تو کل کرسی صدارت ہو یا کرسی وزارت، منصب سفارت ہو یا وسائل نشر واشاعت ہوں یہ سب کے سب تعلیم اسلام و تعلیم دین کے مراکز بن سکیں گے۔ اب تو حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ پاسبان خود چور بن گئے ہیں، جو رہبر تھے وہ رہزن بن گئے ہیں، تفصیلات میں جانے کی حاجت نہیں۔ ''عیاں راچہ بیان'' جو صورت حال ہے وہ سامنے ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس وقت دین کی اہم ترین پکار یہی ہے کہ خدا کے لئے اٹھو اور خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور سفینہ حیات کو ساحل مراد تک پہنچانے کی پوری جدوجہد کرو۔

نیز یہ چیز پیش نظر ہے کہ طاغوتی طاقتیں اور تمام فتنہ فساد برسرکار ہیں اور نہایت تیزی سے سیلاب آرہا ہے، کمزور و ناتواں کوشش کافی نہیں، فساد معاشرے میں ایٹم کی رفتار سے پھیل رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ کیڑے مکوڑوں کی رفتار سے مقابلہ کیا گیا تو کیونکر اصلاح ممکن ہوگی، خدارا یہ آگ سی جو لگ چکی ہے جلد سے جلد بجھانے کی کوشش کرو، ورنہ تمام قوم و ملک اس کے شعلوں کی نذر ہو جائے گا، افسوس و تعجب سے کہنا پڑتا ہے کہ اگر کسی کے گھر میں آگ لگ جاتی ہے تو وہ فوراً بجھانے کی تدبیر میں لگ جاتا ہے کوئی کوتاہی نہیں کرتا لیکن دین اسلام کے گھر میں آگ لگی ہوئی ہے، صدیوں کا جمع کیا ہوا ذخیرہ نذر آتش ہونے کے قریب ہے لیکن ہم اطمینان سے بیٹھ کر تماشائی بنے ہوئے ہیں۔

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

(مرتب)

ہمارے ملک میں جو بحران چل رہا ہے وہ مشرقی پاکستان کو موت کی نیند سلا دینے کے بعد بھی تھمنے نہیں پایا، بلکہ اس کا سارا زور سمٹ کر اب نیم جان مغربی پاکستان پر لگا ہوا ہے، مریض کے حالات اتنے غیر یقینی اور مستقبل اتنا بھیانک ہے کہ اسے ضبط تحریر میں لانا ممکن نہیں، ہم علماء سے، طلبہ سے، حکام سے، صحافیوں سے، وکیلوں سے، کسانوں سے، مزدوروں سے اور ہر ادنیٰ و اعلیٰ سے خدا کے نام پر اپیل کرتے ہیں کہ اگر اس ملک کی اور خود اپنی زندگی کچھ دن اور مطلوب ہیں اگر ہمارے دل پتھر، ہمارے ذہن مفلوج، ہمارے دماغ ماؤف اور ہمارے اعضاء شل نہیں ہو گئے ہیں اور اگر ہمارے بدن میں زندگی کی کوئی رمق اور ہماری آنکھ میں عبرت وغیرت کا کچھ پانی ابھی موجود ہے تو ہمیں سارے دھندے چھوڑ کر، سارے ضروری کام ملتوی کرکے اور سارے مشاغل سے ہٹ کر دعوۃ الی اللہ کا کام کرنا ہوگا۔ اس کے لئے سب کو نکلنا ہوگا، سب کے پاس جانا ہوگا، در بدر کی ٹھوکریں کھانی ہوں گی، اگر ملک کا معتد بہ حصہ اس فرض کو انجام دینے کے لئے اٹھ کھڑا ہوگا تو حق تعالیٰ اس ملک کی اور اس کے ساتھ ہماری بقا کا فیصلہ فرمادیں گے اور پھر بھارت اور روس بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اور اگر ہم بدستور اپنی اپنی لے میں مست اور اپنے اپنے کام میں مگن رہے اور دعوت الی اللہ کے کام کے لئے اپنے اوقات، اپنے مال اور اپنی جان کو خرچ کرنے کی ہمت نہ کی تو خدا ہی جانتا ہے کہ اس فرض ناشناسی کی پاداش کن کن شکلوں میں ظاہر ہوگی۔ ہماری تدبیریں، ہماری حکومتیں، ہماری وزارتیں، ہماری اسمبلیاں، ہمارے وسائل خدا کے فیصلے کو نہیں بدل سکتے۔

میٹنگیں بلانے، عمائد کو جمع کرنے، اتحاد کے نعرے لگانے اور مشترکہ لائحہ عمل تیار کرنے پر

بہت وقت ضائع کیا جاچکا ہے، اب وقت ہمیں ایک لمحہ کی مہلت دینے کو بھی تیار نہیں نہ دعوت و اصلاح کے خاکے مرتب کرنے پر مزید اضاعت وقت کی ضرورت ہے۔ مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ والی تبلیغی تحریک ہی بس امید کی آخری کرن ہے۔ اپنے ذوق، اپنے تقاضوں اور اپنے اختلافات کو ایک طرف رکھ دیجئے، ملت کی شکستہ کشتی کے ٹوٹے ہوئے اس تختہ کو جس پر پانچ کروڑ نفوس سوار ہیں، اگر بچانا ہے تو بس یہی ایک تدبیر ہے کہ ہم سب اخلاص کے ساتھ "خفافاً وثقالاً" اس کام کے لئے نکل کھڑے ہوں اور دعوت کے کام کو سیکھیں اور کریں۔

ہم ایک بار علماً اور دانشور طبقہ سے عرض کریں گے کہ خدارا مقتضائے حال کو سمجھو، ہمارے موجودہ مشاغل ہمارے پاؤں کی زنجیریں بن جائیں گے، اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لئے دعوت واصلاح کی محنت والا کام نہ سنبھالا گیا اور اگر ہماری بے اتفاقی اور لاپرواہی اور بے اعتنائی کی یہی کیفیت رہی جواب تک ہے تو وقت کا فیصلہ بڑا ہی شدید اور بھیانک ہوگا۔ مشرق والوں کو اس کا تجربہ ہو چکا ہے، ہمیں اس سے عبرت پکڑ لینی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں اور ملت بیضاً کی حفاظت کی توفیق امت کو نصیب فرمائیں۔ (آمین)

کچھ دن ہوئے لاہور سے ایک صاحب کا گرامی نامہ موصول ہوا، ہم اس مکتوب اور اس کے ساتھ منسلکہ خواب کو "بصائر وعبر" کی مناسبت سے یہاں پیش کرتے ہیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

۹/۱۰/ جنوری کی درمیانی شب کو میں نے ایک خواب دیکھا جس کی کاپی جناب کو روانہ کررہا ہوں۔

اس خواب میں، میں نے کچھ علماً کو جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں بیٹھے دیکھا جن میں ایک آپ بھی ہیں پہلی صف میں مولانا مفتی محمد حسن، مولانا محمد یوسف دہلوی، مولانا عبدالقادر رائے پوری، مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری اور جناب مولانا محمد یوسف بنوری رحمہم اللہ تعالیٰ تشریف فرما ہیں۔

پچھلے سے پچھلے رمضان المبارک کو ایک خواب دیکھا تھا کہ چاند اپنی پوری گولائی میں موجود ہے، اس پر پاکستان کا نقشہ بنا ہوا ہے۔ مشرقی حصے کے نقشہ پر یہ حرف لکھے ہیں:

"سنهلك الارض واهلها"

ترجمہ: "ہم اس سرزمین کو اور یہاں کے رہنے والوں کو عنقریب ہلاک کریں گے۔"

اب اس خواب کے بعد۔ جو یہاں نقل کیا جارہا ہے، طبیعت خاصی پریشان ہے، سوچتا ہوں کہ اس پیغام کا حق کیسے ادا ہو، امید ہے آپ کوئی تسلی بخش جواب دیں گے۔ والسلام

خواب اور پیغام:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکان میں مشرق کی جانب رخ کئے ایک منبر پر تشریف فرما ہیں، میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہوا اور ایک دبلے پتلے گورے چٹے بزرگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب کھڑے ہیں، علماً کا ایک گروہ بھی حاضر خدمت ہے۔ ایک عالم دین کھڑے ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پاکستان کے حالات بیان کررہے ہیں، واقعات سناتے ہوئے جب وہ یہ کہتے ہیں: "پھر یارسول اللہ! ہندوستان کی فوجیں فاتحانہ انداز سے ہمارے ملک میں داخل ہوگئیں، تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیوں سے اپنی پیشانی تھام لیتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے لگاتار آنسو بہنے لگتے ہیں۔ یہ دیکھ کر تمام محفل پر گریہ طاری ہوجاتا ہے اور بعض حضرات تو چیخیں مار مار کر رونے لگتے ہیں

کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم علماً کی جماعت کی طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرماتے ہیں:

"اس حادثہ عظیم پر ملائکہ بھی غمزدہ ہیں مگر ان کو تمہارے اعمال کی بدولت تمہاری مدد کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور سرخ ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، تمہیں معلوم ہے تمہاری اسی مملکت میں میری نبوت کا مذاق اڑایا گیا، میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دی گئیں اور میری سنت کی تضحیک واہانت کی گئی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے جماعت علماً! آپ امت کو میرا یہ پیغام پہنچادو کہ جب تک حکام عیاشی، ظلم اور تکبر نہیں چھوڑیں گے، اغنیاً جب تک بخل، حق تلفی اور بے حیائی ترک نہیں کریں گے، علماً جب تک کتمان حق، حرص دنیا اور ریاکاری وخودنمائی سے باز نہیں آئیں گے، عورتیں جب تک بدکاری، ناچ، رنگ، فحش گانے، شوہروں کی نافرمانی اور عریانی وبے پردگی نہیں چھوڑیں گی، پوری قوم جب تک جھوٹی گواہی، غیبت، زنا، لواطت، شراب نوشی، سودخوری اور اعمال شرک سے توبہ نہیں کرے گی، خوب یاد رکھو اس وقت تک عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکتی۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم مجھے ان باتوں کے ترک کردینے کی ضمانت دو، میں تمہیں دنیا وآخرت کی بھلائی کی ضمانت اور دشمن پر غلبہ کی بشارت دیتا ہوں لیکن اگر تم اب بھی ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں ہو تو خوب یاد رکھو عنقریب ایک سخت ترین عذاب بصورت نفاق آنے والا ہے، جس سے تمہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔

(العیاذ باللہ، العیاذ باللہ)

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

"واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة واعلموا ان الله

باقی صفحہ ۱۱ پر

صاحبزادہ طارق محمود

بطل حریت آغا شورش کاشمیریؒ

ذیل میں قادر الکلام شاعر، شعلہ نوا خطیب، صاحب طرز ادیب، بیباک صحافی اور معروف مصنف کے حالات زندگی کا تذکرہ شائع کیا جا رہا ہے جنہوں نے ملک وملت کے لئے اپنا تن، من اور دھن سب کچھ قربان کیا، قید و بند کی صعوبتوں کو تو برداشت کر لیا لیکن حق سے ذرا بھر نہ ہٹے۔ زمین پر آنے والی ہر افتاد ان عظیم ہستیوں کی جرأتوں کی داستانیں دہرائے گی اور اہل حق ان کی جرأت و بہادری، پامردی و استقامت کو سلام کرتے رہیں گے۔ (مدیر)

بطل حریت آغا شورش کاشمیری مرحوم کا شمار بلاشبہ نابغہ روزگار شخصیات میں ہوتا ہے۔ ان کی ذات بے شمار صفات و کمالات کا مجموعہ تھی۔ وہ بیک وقت قادر الکلام شاعر، شعلہ نوا خطیب، صاحب طرز ادیب، بیباک صحافی اور منفرد مصنف تھے۔ انہیں قلم اور زبان پر یکساں عبور حاصل تھا۔ قارئین ان کے عاشق اور سامعین ان کے گرویدہ تھے۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ انکی تحریر زیادہ متاثر کن تھی یا خطابت کا بانکپن...... آغا شورش کاشمیری حسن تحریر میں کشمیر تو تقریر میں مانند شمشیر تھے۔ جب وہ لکھتے اور بولتے تو الفاظ قطار اندر قطار چلے آتے۔ مطالب، معانی کے ڈھیر اور تشبیہات واستعارات کے انبار لگا دیتے۔ شورش کاشمیری پڑھنے والوں کے دماغ اور سننے والوں کے دل و دماغ اور سننے والوں کے قلب کو قابو کرنیکا فن جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بلا کا حافظہ، بہترین یادداشت، قابل رشک قوت گویائی، حاضر جوابی، بزلہ سنجی، برجستگی اور شستگی کا ملکہ عطا فرمایا تھا۔

شورش کاشمیریؒ بظاہر ایک فرد واحد تھے۔ جنہوں نے انہیں قریب سے دیکھا وہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ آغا صاحب اپنی ذات میں ایک انجمن تھے ایک ادارہ اور تحریک تھے۔ شورش ہر نئے نوک قلم سے ایک نئی تحریک پیدا کرتے تھے۔ ہنگامہ خیز زندگی گزارنے والے شورش کی پوری زندگی تحریک سے عبارت تھی۔ ان کے ہاں خاموشی گناہ تھا۔ قلم و قرطاس کی دنیا میں وہ یورش اور زبان و بیان کے میدان میں شورش تھے۔ ان کی فطری طبع ان کے تخلص سے عیاں تھی۔ قلم میں چٹان اور اپنی ذات میں کوہ گراں تھے۔ ساری زندگی ضمیر کی آواز پر لبیک کہا۔ قلم کی آبرو کی حفاظت کی۔ جسے سچ جانا وہی لکھا وہی کہا برملا کہا اور سر دار کہا۔

اپنے بھی خفا مجھ سے بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

آغا شورش کاشمیریؒ کی ہمہ گیر شخصیت کے مختلف روشن پہلوؤں پر اور ان کی قومی ملی صحافتی خدمات کے حوالے سے بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ اور بلاشبہ لکھا جاتا رہے گا۔ علم و ادب، انشاپردازی، شاعری، صحافت و خطابت کا احاطہ ایک مضمون میں ممکن نہیں۔ تحریک آزادی میں آغا صاحب کی قربانیوں اور انکے کردار کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

آغا شورش کاشمیریؒ کی عقیدت و افتخار کا مرکز اسلام، محبت و فدائیت کا محور پاکستان تھا۔ شورش مرحوم اسلام کے شیدائی اور وطن عزیز کے فدائی تھے۔ یہی دو چیزیں انہیں مادر وطن کی آزادی کی تحریک میں کشاں کشاں لے آئیں اور انہوں نے جگرداری سے اسمیں حصہ لیا۔ جسمانی تشدد کے ساتھ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اپنی زندگی کے قیمتی دس برس دار و رسن کی نذر کر دیے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو شورش نے زندگی کا ہر پانچواں دن جیل میں گزارا پہلی گرفتاری میں شورش کی عمر ہی کیا تھی۔ ابھی مسیں بھی نہیں بھیگیں تھیں کہ نازک کلائیوں نے فرنگی سامراج کی ہتھکڑیوں کا بوجھ اٹھا لیا۔

بچپن ہی سے لکھی تھی مقدر میں اسیری
ماں باپ کہا کرتے تھے دل بند جگر بند

برطانوی ہندوستان میں ڈیفنس آف انڈیا رولز کے تحت دوسری جنگ عظیم میں پانچ سال قید اور دو سال نظر بند رکھا گیا۔ شورش مرحوم کا جرم یہ تھا کہ اس نے غیر ملکی سامراج کی غلامی کی زنجیریں توڑنے کیلئے لڑکپن کا دل آویز زمانہ اور جوانی کا شباب وطن کی آزادی پر قربان کر دیا۔ شورش کاشمیری کی بیباکی اور جرأت کا اندازہ لگایئے کہ آزادی کا جانباز عدالت کو للکار کر کہتا ہے۔

''میں اس ملک کی آزادی کے نام پر آپ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ اس کرسی کو خالی کر دیں۔ یہ کرسی ہندوستان کی آزادی کے خلاف انصاف کا لوح مزار ہے۔ آپ اس کرسی پر بیٹھ کر جس قانون کی تحت فیصلے سنا رہے ہیں۔ اس قانون نے ہماری غیرت کو کچل ڈالا ہے۔ آیئے! اس قانون، اس انصاف، اس حکومت اور اس نظام کے خلاف بغاوت کر دیں ہندوستان کی آزادی اپنے لئے کم سے کم یہ مطالبہ ضرور کرتی ہے اب تک آپ نے اس کرسی کا مزہ چکھا ہے۔ اب اس کٹہرے کا شرف بھی حاصل کیجئے۔ آپ اس لذت سے آشنا ہو گئے تو آپ کی آئندہ نسلوں کے لئے عزوشرف کا باعث ہوگا۔''

اے ڈی ایم ملتان سنت رام مگی نے شرمندگی سے آنکھیں جھکا لیں اور فیصلہ سنایا...... پانچ سال قید بامشقت...... شورش نے جواباً ''بڑے جرم پر اتنی تھوڑی سزا عدالت کا

شکریہ' دوزنداں کھلا۔ اس طرح جوانی کی بہاروں کے سہانے خواب دیکھنے والا نوجوان جیل کی کال کوٹھری میں "پس دیوار زنداں" کی پہلی جلد بن گیا۔ شورش کاشمیریؒ نے بڑی استقامت سے جیل کاٹی۔ تب وہ اتنے بڑے لیڈر نہ تھے کہ انہیں جیل میں اے کلاس ملتی۔ پاوں میں بیڑیاں، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں منہ پر توبڑا...... جسمانی تشدد اس کے علاوہ تھا۔ جیل میں جبر کے دن ظلم کی راتیں کاٹنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ شورش مرحوم نے سچ کہا کہ یہ دن پہاڑوں پر بیتتے تو ان میں شگاف پڑ جاتے لیکن یہ شورش ہی تھا کہ کوئی سی مصیبت ان کے دل کو ویران نہ کرسکی، کوئی سی آزمائش پائے ثبات میں لغزش نہ لاسکی۔ کوئی سا ظلم ان کے عزم کی پختگی کو زم نہ کرسکا۔ کوئی سی اذیت انکے حوصلوں کو پست نہ کرسکی۔ ان کا دل جوان اور اعصاب مضبوط ہوتے چلے گئے۔ ہر زخم نے مرہم کا مزہ دیا۔ ہر ضرب نے عزم کو پختگی دی۔ ہر چوٹ نے ولولہ پیدا کیا۔ ہر امتحان نے ایمان کو حرارت بخشی۔ اللہ نے شورش کو جذبہ بلالی عطا فرمایا۔

شورش کاشمیریؒ نے ان تمام مصائب وآلام اور تلخ حقیقتوں کو اپنی سوانح عمری میں سپرد قلم کیا ہے۔ جن میں سے انہیں گزرنا پڑا۔ "پس دیوار زنداں" "بوئے گل نالہ دل ،دود چراغ محفل" میں شورش کی پوری زندگی کی تصویر گھوم جاتی ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا خلاصہ ایک شعر کے مصرعے میں بیان کیا ہے۔

بوئے گل...... میرا بچپن تھا جو آہوئے رسیدہ کی طرح اڑ چھو ہوگیا۔

نالہ دل...... میری جوانی تھی جو زندگی کے ترکش سے تیر کی طرح نکل گئی۔

دود چراغ محفل...... ان سانحات واقعات کا نچوڑ ہے۔ جس میں اپنے دوش پر اٹھائے پھرتا ہوں شورش کہتے ہیں "اپنی طویل تلخیوں کی نعش خونچکاں میں نے الفاظ کو بھی دی ہے"۔ درد وکرب میں ڈوبی شورش کی کہانی خود ان کی زبانی پڑھنے والوں کے رونگٹے کھڑے کردیتی ہے۔ یہ ہمارا قومی المیہ ہے کہ آزادی کے جن متوالوں نے جسم و جان کے نذرانے پیش کیے۔ انہیں اس طرح فراموش کردیا گیا جیسے کوئی دیہاتی میلے میں سنی بانسری کی تانوں کو بھول جاتا ہے۔ انہیں وہ مقام نہ دیا گیا کہ اگر ہندوستان آزاد نہ ہوتا۔ پاکستان دنیا کے نقشے پر ابھر کر سامنے نہ آتا۔ تحریک آزادی کی مثال اس بیج کی سی ہے جسکی بدولت پھل، پھول اور فصل حاصل کی جاتی ہے۔ اس کی مثال اس بنیاد کی سی ہے جس پر کسی عمارت کا حسن داد پاتا ہے۔ جنہوں نے آزادی وطن کے لئے آرزوئیں بیچ کر دل کی تڑپ خریدی۔ آزادی کے دیپوں کی روشنی کے لئے جگر کا خون دیا۔ غلامی کی زندگی کو موت پر ترجیح دی۔ راحت وآرام کو دکھوں تکلیفوں پر قربان کیا زندگی کو پھولوں کی سیج کی بجائے کانٹوں کو گلے لگایا۔ افسوس جنہیں کبھی کانٹے کی چبھن کی سی تکلیف۔

کبھی نہ اٹھائی وہ اس ملک کی قسمت کے مالک بن گئے۔

منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے۔

کسی نے صحیح کہا شورش کاشمیریؒ جیسے ایثار پیشہ حریت پسند یورپ میں ہوتے تو ہر چوک میں ان کے مجسمے نظر آتے۔

قیام پاکستان کے بعد آغا شورش کاشمیری مرحوم نے وطن عزیز کے تحفظ، دفاع، اس کی بقا اور سالمیت کی خاطر قلم اور زبان دونوں سے خدمت کی۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں شورش کا قلم دشمن کے خلاف شعلہ جوالہ بن گیا:

ہندوستان سے برسر پیکار ہوگیا
میرا قلم بھی جنگ میں تلوار ہوگیا
پرچم کھلا روایت بدروحنین کا
صدیوں کی آب وتاب کا اظہار ہوگیا
میرے وطن کی فوج ظفر موج کا جلال
ہندوستان کے حق میں قضا کار ہوگیا

شورش کاشمیریؒ ملک کے واحد شاعر تھے جنہوں نے پاک مسلح افواج کے جوانوں کا حوصلہ بڑھانے اور اہل وطن کے جذبہ جہاد کو دوچند رکھنے کے لئے سب سے زیادہ ملی نغمے، نظمیں اور نثر پارے لکھے۔ ان کی نظمیں ریڈیو پاکستان سے نشر ہوئیں۔ شورش کاشمیریؒ کا جذبہ حب الوطنی انہیں سرحدوں پر لڑی جانے والی جنگ کے ہر محاذ پر لے گیا۔ انہوں نے عوامی جلسوں سے خطاب کیا تاکہ قوم اور فوج کے جذبہ جہاد کو برقرار رکھا جاسکے۔ پاکستان دولخت ہوا سقوط ڈھاکہ نے شورشؒ جیسے حساس شاعر کے دل کو ریزہ ریزہ کردیا۔ پاکستان سے شورش کی محبت وارفتگی اور والہیت کا قدرتی ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ ان کا یوم ولادت بھی 14 اگست 1917ء ہے۔ آزادی وطن کے بعد بھی شورش اور زنداں کا تعلق ختم نہ ہوا۔ پہلے دولتانہ وزارت نے انہیں گرفتار کیا۔ پھر ایوب خان کے دور میں دھر لئے گئے۔ انکی گرفتاری کا افسوسناک پہلو یہ تھا کہ 6 ستمبر 1966ء کے قومی دن کی شب جب انہیں گرفتار کیا جارہا تھا۔ ادھر ریڈیو پاکستان سے ان کا لکھا ترانہ نشر ہورہا تھا:

"میرا سب کچھ میرے وطن کا ہے"

پہلے ڈیفنس آف انڈیا اور پھر ڈیفنس آف پاکستان رولز...... قربانیوں اور خدمات کا صلہ انکی قسمت میں یہی لکھا تھا۔ شورش نے اپنوں کی قید کا جواب تمغہ خدمت کی صورت میں دیا۔

الحمدللہ چھوٹا سا شذرہ لکھنے پر حکومت نے برہم ہوکر قید میں ڈال دیا۔ اب مسئلہ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ آزادی کے لئے جسم کی قربانی دینے والے شورش جان کی قربانی دینے پر تل گیا۔ کیونکہ ان کا ایمان تھا۔

درد دل مسلم مقام مصطفےٰ است
آبروئے ماز نام مصطفےٰ است

ایوبی دور حکومت کی قید میں شورش کاشمیریؒ کے عشق وجنوں کا مظاہرہ کیا۔ اور ختم نبوت کی تحریک میں ایسا باب رقم کیا جسے مدتوں یاد رکھا جائے گا۔ شورش نے عشق کی اس کہانی کو "موت

"سے واپسی" کے نام سے سپرد قلم کیا ہے۔ یہ اس دور کی بات ہے جب فوجی آمر کے ہاتھوں بڑے بڑے سیاست دان کے پتے پانی ہو رہے تھے۔ زہد و تقویٰ کے پیکر ہجروں تک محدود تھے ایک آدھ اخبار کو چھوڑ باقی صحافت در سرکار پر سجدہ ریز تھی۔ ملک میں جمود تھا۔ ایسی خاموشی کے سناٹے کا گمان تھا۔ یہ خواہش زبان زد عام تھی۔

کانٹوں کی زبان سوکھ گئی پیاس سے یارب
کوئی آبلہ پا وادی پر خار میں آوے

شورش کاشمیری واحد صحافی تھے جو حکمرانوں کے نشیمن پر بجلیاں گراتے تھے۔ انہی کا قلم اہل اقتدار کو روکتا، ٹوکتا اور جھنجھوڑتا تھا۔ اسی دور میں قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں، ریشہ دوانیوں اور سازشوں کے خلاف شورش نے قلمی جہاد شروع کر رکھا تھا۔ حکومت کی مرزائیت نوازی پر آغا صاحب مرحوم کا قلمی احتساب حکومت کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ شورش دبنے، جھکنے اور بکنے والے نہیں۔ ایوبی حکومت طاقت کے نشے میں تھی۔ شورش قید ہوئے سابق گورنر موسیٰ خان انہیں مارنے پر تلے ہوئے تھے۔ شورش کی 56 دن کی بھوک ہڑتال نے حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ شورش رہا ہوئے تو کراچی تاج و تخت ختم نبوت (زندہ باد) کے نعروں سے گونج اٹھا۔ رہائی کے بعد شورش کاشمیری مرحوم کا کراچی سے لاہور تک تاریخی استقبال ہوا۔ راقم ان سفر میں آغا صاحب کے ہمراہ تھا۔ عقیدت و افتخار کا یہ سفر مجھے آج تک یاد ہے۔

شورش کاشمیری بلاشبہ عہد ساز شخصیت تھے۔ ان کی ساری زندگی محنت ریاضت، ایثار و قربانی سے عبارت تھی۔ وہ عظیم انسان تھے ان جیسے لوگ آئے روز پیدا نہیں ہوتے انہوں نے سچ کہا تھا

فنا ہو جائیں گے ہم اور تم آنسو بہاؤ گے
ہمارے بعد ایسے کہاں سے لوگ لاؤ گے
زمیں پہ جب کوئی افتاد تازہ سر اٹھائے گی
ہماری جرأتوں کی داستانیں جگمگاؤ گے

●●

محسن انسانیت ﷺ کا پیغام

"شدید العقاب"

ترجمہ: "اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص انہیں لوگوں پر واقع نہیں ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔" (بیان القرآن)

اس آیت کے سنتے ہی سب پر گریہ طاری ہوگیا، ہم رو رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہ آیت دہرا رہے تھے:

"وتوبوا جمعاً ایها المؤمنون لعلکم تفلحون"

ترجمہ: "اور اے مسلمانو! (تم سے جو ان احکام میں کوتاہی ہوگئی تو) تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔" (بیان القرآن)

اس پر مزید تبصرے کی ضرورت نہیں، عذاب بصورت نفاق صوبائی عصبیت اور گروہی مفادات کا وہ طوفان ہے جو ملک کے در و دیوار سے ٹکرا رہا ہے، جس میں علمأ، صلحأ اور عوام و حکام سب بہے جا رہے ہیں اور جسے برپا کرنے میں اوپر سے نیچے تمام نفاق پیشہ عناصر اپنی پوری قوتیں صرف کر رہے ہیں۔ پورا ملک "آتش نفاق" کے مہیب شعلوں کی لپیٹ میں ہے جس پر توبہ و استغفار، تضرع و ابتہال اور دعوۃ الی اللہ کے ذریعہ آج تو قابو پایا جا سکتا ہے مگر کچھ دن بعد یہ تدبیر بھی کارگر نہیں ہوگی، اور پھر خدا ہی جانتا ہے کہ کیا حالات ہوں گے، کون رہے گا اور کس کی حکومت ہوگی اور کون محکوموں کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائیں ہمارے گناہوں کو معاف فرمائیں، اور پوری امت کو اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ صفوۃ البریۃ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

☆☆☆..........☆☆☆

قادیانیوں کا طرز استدلال

رسول، قرآن مجید، احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، شعائر اسلام اور اولیائے امت کی توہین و تضحیک کے باب باندھ سکتا ہے اور ایسے کردار کا مالک ہو سکتا ہے جس کا مرزا مالک تھا؟" جواب ندارد۔

ڈھیٹ پن:

بات بات پر پینترے بدلنا، ایک حقیقت کا اقرار اور اعتراف کر کے اس کا نہایت صفائی سے انکار کر دینا قادیانیوں کا سب سے بڑا دفاعی ہتھیار ہے۔ آج کل قائد اعظم اور علامہ اقبالؒ کی کردار کشی کے لئے مرزائی ان سے اپنی نام نہاد وابستگی کی جھوٹی داستانیں گھڑ رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کی تحریک پاکستان سے قبل سیاسی و مذہبی زندگی کے تاریک پہلوؤں کی نشاندہی بھی کر رہے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح تو اپنا الو سیدھا کر لیں، یہ کرتب ان کے نام نہاد مذہب کی بنیاد ہے جسے سیاست اور عزائم میں بھی دن رات دکھاتے چلے آ رہے ہیں، یہاں اس کی مثالیں پیش کرنے سے مضمون انتہائی طویل ہو جائے گا، صرف ان کے مذہبی عقائد و بیانات میں کھلے کھلے تضادات کی جھلکیاں پیش کرتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی تقریباً ساٹھ سال کی عمر تک تو ختم نبوت کا ڈھنڈورا پیٹتا رہا اور کسی نئے نبی (حقیقی، تمثیلی یا بروزی) کے آنے کا یکسر انکار کرتا رہا مگر جب عقیدت مندوں کا مکمل اعتماد حاصل کر لیا تو ۱۹۰۱ء میں خود ہی نہ صرف نبی بلکہ "عین محمد" صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونے کا دعویدار بن بیٹھا۔

محمد سلیم ساقی، لاہور

قادیانیوں کی منطق اور طرزِ استدلال

قادیانیت کی بنیاد غلط مفروضوں، غلط تمثیلات و اصطلاحات، نامعقولیت، بے شرمی اور ڈھٹائی پر رکھی گئی ہے۔ یہ کوئی مذہب نہیں ہے بلکہ مداری کا ''چول'' ہے۔ اس کے دجل صفت بانی مرزا قادیانی نے متعدد متضاد دعوے کئے۔ انسانیت اور معقولیت کا مذاق اڑاتے ہوئے اس نے نئے منطق اور طرز استدلال کو بے بصیرت اور احمقوں کے ٹولے میں روشناس کرایا جو اس کی بڑ ہونگی، یاوہ گوئی اور جعلسازی پر آنکھیں بند کر کے آمنا و صدقنا کہہ دیتے تھے۔ حکیم نورالدین اور قاضی ظہورالدین اکمل جیسے مرزا ملعون کو ملمع کاری کے گر بتاتے تھے اور اس کے جھوٹے دعاوی کی موقع کے مطابق تاویلیں گھڑتے تھے۔ ذیل میں ہم مرزا قادیانی اور اس کے چیلوں کی منطق پیش کرتے ہیں کہ کس طرح یہ ایک چیز کی صفات کو از خود بدل کر اسے نئے سانچے میں ڈھالنے کی کیمیا گری کرتے ہیں اور عقل و فکر انسانی کے قائم کردہ تمام اصول و قواعد اور اصطلاحات کا تعین از خود کرتے ہیں۔

قادیانیوں کی اصطلاحات:

قادیانیوں کی اصطلاحات بشری و خدائی اصطلاحات سے ماوراء ہیں مثلاً احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ''ردی کا ڈھیر'' کہنے والے (مرزا دجال) کو ''محدث'' نصوص قرآنی کے منکر کو ''مجدد'' بیسیوں بیماریوں کے شکار کو ''مسیح ابن مریم'' عیسائیوں / انگریزوں کے خلاف جہاد کو حرام قرار دینے والے کو ''مسیح موعود'' دجال کا کردار ادا کرنے والے مرزا کو ''مہدی'' جعلساز، کاذب، مکار اور مخبوط الحواس شخص کو ''نبی اللہ'' باعث ننگ دین اسلام کو ''عین محمد'' (نعوذ باللہ) اپنی ہی ٹٹی پر منہ کے بل دھر لئے جانے والے مرزا قادیانی کو ''خدائی تصرفات کا حامل'' اور اس کی شیطانی خرافات کو ''الہام'' کہتے ہیں۔ نبی کے بارے میں ان کی اصطلاح اپنی ہے۔ اس بارے میں قادیانی ٹولہ کا اعتراف ملاحظہ کیجئے:

''پس گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا قادیانی) عام مسلمانوں کی اصطلاح کے مطابق نبی نہ کہلائے، لیکن خدا تعالیٰ کی اصطلاح، تمام انبیاءؑ کی اصطلاح اور خود اپنی اصطلاح کے مطابق آپ یقیناً نبی ہیں۔''

(اخبار ''الفضل'' قادیان جلد ۲۲ صفحہ ۳ مورخہ ۲۹ جون ۱۹۳۴ء)

مزید برآں ان کے گرو مرزا کے نزدیک اللہ تعالیٰ وہ ذات نہیں ہے جس کو نبی آدم آج تک سمجھتے آئے ہیں، یا جس طرح اللہ تعالیٰ نے خود اپنا تعارف کرایا ہے بلکہ وہ کچھ اور ہی ہے یعنی ان کے نزدیک اور ان کے گرو، مرزا کے نزدیک خدا مرد بھی ہے، عورت بھی ہے، خاوند بھی ہے بیوی بھی ہے، خالق بھی ہے مخلوق بھی ہے، باپ بھی ہے، بیٹا بھی ہے، وہ گناہ بھی کرتا ہے (نعوذ باللہ) بھلائی بھی کرتا ہے، بھول بھی جاتا ہے، بیان بھی بدل لیتا ہے، اچھے نبی بھی بھیجتا ہے، برے نبی بھی (نعوذ باللہ)، (بقول مرزا حضرت عیسیٰ متکبر، خود بین، کنجریوں کی اولاد، نہ زاہد، نہ عابد، فاسق اور فاجر تھے) (نعوذ باللہ) وفات یافتہ نبی / رسول کو دوبارہ دنیا میں کسی اور کی شکل میں پیدا کر کے بھی بھیج دیتا ہے۔ مرزا کہتا ہے:

''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ دنیا میں اس کی (مرزا) شکل اور نام پر تشریف لائے، زبان وحی و الہامات کی سنت کو بدل کر نبی کو اس زبان میں وحی و الہامات بھی کر دیتا ہے جو اس (نبی) کی زبان نہیں ہوتی (مرزا قادیانی کی اپنی زبان تو پنجابی اور اردو تھی مگر اس کے بقول اسے الہام انگریزی اور سنسکرت میں بھی ہوتا تھا، پھر قرآن مجید جس کی زبان خالص عربی ہے اس کو بھی اپنے اوپر نازل شدہ آسمانی کتاب کہتا ہے) پھر خدا تعالیٰ اپنے ہی بھیجے ہوئے انبیاءؑ کی توہین و تضحیک کے لئے اپنا ہی نبی (مرزا لعنتی) بھیج دیتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ'' (نعوذ باللہ من ذلک)

اسی طرح ان کے نزدیک نبی، مجدد، محدث، مسیح وہ ہوتا ہے جو مخبوط الحواس، جاہل، منافق، کاذب، نصرانیت کا پروردہ، قصے گو، پلید اور اسلام دشمن ہو، پھر نبی پیدائشی نہیں بلکہ محنت اور ارتقائی منازل طے کر کے جیسے پہلے محدث پھر مجدد، پھر مہدی، پھر مسیح اور آخر کار نبی بن جاتا ہے۔

جب ان کی مذہبی، تاریخی اور تکوینی اصطلاحات ہی انسانی و خدائی اصطلاحات سے علیحدہ ہو گئیں تو آگے بحث بھی بے معنی ہوگی لیکن قارئین کی واقفیت کے لئے کچھ بتانا مناسب ہوگا اب ان کی منطق کی نمایاں خصوصیات اور رنگ پیش کئے جاتے ہیں:

چونکہ...... جھوٹ کو جھوٹ سے اخذ کرنا:

جس طرح یہ لغوی اور تسلیم شدہ اصطلاحات کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان کی تشریح از خود کرتے ہیں اسی طرح یہ مصدقہ انسانی مشاہدات، تجربات

اور نتائج سے روگردانی کرتے ہوئے اپنی علیحدہ فلاسفی ایجاد کرتے ہیں۔ ان کا سارا فلسفہ ڈھکوسلوں اور ''چونکہ، چنانچہ'' پر مشتمل ہے۔ تمام اصول وضوابط اور حقائق پر لات مار کر بھی ان کو بے شرمی و ڈھٹائی کا احساس تک نہیں ہوتا۔ ان کا طرز استدلال کچھ یوں بنتا ہے:

☆...... ''چونکہ کوے کا رنگ سیاہ نہیں، سفید ہوتا ہے لہٰذا اگر اس کو بگلا مان لیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔''

☆...... ''چونکہ لکڑی لوہے سے زیادہ سخت ہوتی ہے لہٰذا اگر اس کی تلوار بنالی جائے تو پتھر کو بھی کاٹ کر رکھ دے۔''

اس طرح کے ''ٹھوس'' دلائل پر قادیانیت کی بنیاد استوار ہے۔ جب ''چونکہ'' ہی غلط ہوا تو لہٰذا کیسے درست ہوگا!

مرزا دجال نے محدث، مجدد، مسیح موعود، خدا، خدا کی بیوی، خدا کا باپ، خدا کا بیٹا، رودر گوپال، جے سنگھ بہادر، کرشن، فرشتہ نبی، رسول، مظہر الانبیاء، حجر اسود کعبۃ اللہ اور ''عین محمدؐ'' ہونے کے دعوے کیے ہیں۔

مرزا دجال بیس سال تک تو مسیح موعود ہونے کا پرچار کرتا رہا مگر ۱۹۰۱ء میں یکدم نبی/رسول کا دعویدار بن بیٹھا۔ اس کی توجیہ قادیانی احمقاء اس طرح کرتے ہیں:

''چونکہ مسیح موعود (عیسیٰؑ) بطور نبی کے دوبارہ دنیا میں آئیں گے، لہٰذا اس مسیح (مرزا) کو اگر سچا ثابت ہونے کے لئے نبی بننا پڑ گیا تو کونسی قباحت ہے؟''

قادیانیوں سے کوئی پوچھے کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں امتی رسولؑ اور مصلح بن کر آئیں گے یا کہ نبی بن کر؟ پھر اگر یہ درست ہے کہ وہ بطور نبی کے آئیں گے تو اس مرزا منحوس نے ایک ساتھ ہی مسیح اور نبی ہونے کا دعویٰ کیوں نہ کیا؟! اصل بات یہ ہے کہ عرصہ بیس سال تک اس کو پتہ نہ چل سکا کہ عیسیٰ علیہ السلام بطور نبی کے آئیں گے، جب کسی چیلے نے یہ اطلاع دے دی تو مرزا کو نبی بھی بننا پڑ گیا ورنہ پہلے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کا منکر تھا، کہتا ہے:

''میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔''

(آسمانی فیصلہ ص۳ تصنیف دسمبر۱۸۹۱ء)

مگر بعد میں دعوے نبوت کر کے یہ اسلام سے خارج ہوا اور مرزا کے چیلوں کو جھوٹ بولتے ہوئے شرم آئی کہ مرزا نے نبی ہونے کا انکار نہیں کیا تھا۔

''ضرورت ایجاد کی ماں ہے'' کے مصداق اس خود ساختہ مسیح کو نبی بننا پڑ گیا، تو اسے نئی شریعت کی ضرورت تھی (سچا ثابت ہونے کے لئے) جو اسے نہ ملی اور نہ وضع ہو سکی تو پھر کیا یہ دعویٰ کیا کہ یہ قرآن مجید ہی اس (مرزا) پر اترا ہے اور شریعت محمدی کو ہی اپنی شریعت قرار دیا۔

''مرزا دجال کا اصل نام ''غلام احمد'' تھا اور یہ کہتا ہے کہ یہ اس کا خدائی نام ہے تو پھر احمد کا غلام کس ترکیب اور توجیہہ کی بناء پر ''احمدؐ'' بن بیٹھا اور پھر ان (حضور علیہ السلام) سے افضل ٹھہرا، مرزا کی ترکیب ملاحظہ ہو:

''چونکہ غلام اور آقا کا مقام ایک ہی ہوتا ہے بلکہ غلام آقا سے بلند مقام پر ہوتا ہے لہٰذا اگر ''غلام احمدؐ'' کا مطلب احمدؐ اور احمدؐ سے بڑھ کر لے لیا جائے تو عین حقیقت ہوگی۔'' (خدا کی پناہ)

مرزا لعین کثرت پیشاب اور گھبراہٹ کا دائمی مریض تھا، اس لئے جیب میں گڑ اور مٹی کا ڈھیلا رکھتا تھا بعض اوقات غلطی سے گڑ کے بجائے مٹی کا ڈھیلا منہ میں ڈال لیا کرتا تھا۔ بناسپتی نبی مرزا قادیانی کی کیا کیا بات ہے!

''سمجھ لیا کہ......''

''قادیانیوں کے فلسفہ کا دوسرا رنگ، سمجھ لیا کہ......ہے۔''

مرزا دجال کا سمجھ لینا ملاحظہ کیجئے:

☆...... ''تو پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ (نبی) کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے، سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو یعنی نبی کو کاٹا ہوا خیال فرمالیں۔''

(اقرار مرزا دجال مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم ص۹۵)

دیکھئے اس بیان میں کتنا تناقض، جھوٹ اور دھوکہ دہی ہے۔ دعوائے نبوت کے بعد جب مسلمانوں کی طرف سے مخالفت شروع ہوئی تو یہ بیان داغ دیا، اس لعین اور اس کے پیروکاروں سے کوئی پوچھے کہ کیا کسی نبی اللہ نے کسی گروہ کی دلجوئی کے لئے یہ کہا کہ وہ اسے نبی نہ سمجھیں بلکہ کچھ اور شے سمجھ لیں اور کچھ کے لئے نبی بنا ہو، کیا یہ کسی نبی کا قول ہے یا کسی ٹھگ اور دھوکہ باز کی چال ہے؟ پھر کیا لفظ نبی اور محدث ہم معنی ہیں؟ پڑھو نبی، سمجھو محدث، لعنت! یہ تو ایسے ہی ہے جیسے باپ کو بیٹا اور بیٹے کو باپ یا بیٹی کو بیوی اور بیوی کو بیٹی سمجھ لیں، واقعی قادیانی ایسے ہی سمجھ کر بے شرمی اور بے غیرتی کے مظاہرے کرتے چلے آرہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حدیث نبویؐ میں ہے کہ آپ دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ سے زمین پر اتریں گے۔ مرزا قادیانی اپنے آپ کو مسیح موعود منوانے میں اس بات میں بھی جھوٹا ثابت ہوا کہ وہ دمشق میں اترنے کے بجائے قادیان میں آ ٹپکا، اس مسیح (مرزا قادیانی) کی اس کمی کو اس کے فرزند (مرزا محمود) نے پورا کر کے باپ کی لاج رکھ لی یعنی مرزا قادیانی کے اوتار کے بجائے اس کے بیٹے نے وہ مسجد (دمشق والی) دیکھ لی تو گویا بات پوری ہوگئی، ملاحظہ فرمائیں قادیانی ٹولہ کی بے ڈھنگی منطق:

''حضرت خلیفۃ المسیح الثانی، ایداللہ بنصرہ

العزیز (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان) ۱۹۲۴ء میں دمشق تشریف لائے اور منارۃ البیضاً کے پاس دمشق کے دروازہ میں آپ نے نزول فرمایا تاکہ وہ حدیث پوری ہو، جس میں رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ: مسیح دمشق کے دروازہ میں منارہ کے پاس نزول کرے گا، چنانچہ سینٹرل ہوٹل جس میں آپ نے قیام فرمایا وہ دمشق کا دروازہ ہی ہے اور آپ تین دن تک جو تنزیل کی احادیث میں مدت بیان ہوئی ہے وہاں ٹھہرے۔''

(اخبار الفضل قادیان جلد ۱۵ نمبر ۸۳ مورخہ ۱۲۰پریل ۱۹۲۸ء)

جب مرزا لعین کا اپنی عمر والا الہام سچا ثابت نہ ہوا جس کے مطابق دعوے مسیحیت کے بعد مرزا کو ۴۰ سال زندہ رہنا تھا تو بجائے اپنے گرو کے الہام کو جھوٹا کہنے کے یہ اس کی پیدائش میں ہیرا پھیری کرکے اسے سچا ثابت کرنے کی خاطر ٹامک ٹوئیوں سے کام لے رہے ہیں۔ سن پیدائش کو آگے پیچھے کرتے ہوئے بھی عقل جواب دے گئی۔ پہلے کہتا ہے سن پیدائش ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء ہونا چاہئے پھر آخر میں کہتا ہے اسے ۱۸۳۴ء اور ۱۸۳۶ء کے درمیان ثابت کردیا جائے تو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ ان کے نزدیک ۷۴ء اور ۸۴ء سال کے درمیان ۱۰ سال کا فرق کوئی فرق ہی نہیں۔ ایسے ہی انگل پچو اور اگر مگر کا ایک شرمناک نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

☆......''اگر ہم غیر احمدیوں (مسلمانوں) کے نزدیک جھوٹے ہیں اور کسی کو کافر کہتے ہیں تو اسے کیوں برا لگتا ہے، دیکھو عیسائی کافر کہتے ہیں لیکن ہم ان کے اس کہنے سے نہیں چڑتے۔ کیونکہ ہم انہیں نہیں سمجھتے ہیں، ہم ان کو کہتے ہیں کہ جب وہی اسلام ہے جو ہمارے پاس ہے تو تم اسے قبول کرلو پھر ہم تمہیں کافر نہیں کہیں گے، بلکہ اپنا بھائی سمجھیں گے۔'' (بیان مرزا محمود احمد قادیانی، اخبار الفضل قادیان جلد ۴ نمبر ۶۵ مورخہ ۵/فروری ۱۹۱۶ء)

یہاں پہلے یہ جھوٹ تراشا گیا ہے کہ عیسائی (انگریز) قادیانیوں کو کافر کہتے ہیں اور وہ اس پر نہیں چڑتے، واہ! بھلا انگریز جنہوں نے خود اس قادیانی فتنے کو پروان چڑھایا تھا اور جن کے خلاف اس کے (مرزا دجال) نے جہاد کو حرام قرار دیا تھا اور جن کی سلطنت کو فتنہ قادیانیت کے لئے رحمت قرار دیا تھا کیسے اور کیونکر ان کا حق نمک ادا کرنے والوں کو کافر کہہ سکتے تھے، ان کا چڑنا یا نہ چڑنا چہ معنی دارد؟ دوسرا مفروضہ یہ قائم کیا کہ چڑنے والا جھوٹا ہوتا ہے بدیں وجہ مسلمان جو ان کے کہنے پر چڑتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ جھوٹے ہیں اور قادیانی سچے ہیں۔ یہاں دو جھوٹ ہیں اولاً تو یہ مسلمانوں کو کافر کہنے کی جرأت ہی نہیں کرسکتے بلکہ منافقانہ روش اختیار کرکے جان بچاتے ہیں۔ قادیانی تو سر چھپائے پھرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کا نام نہاد خلیفہ مرزا طاہر احمد اپنے ددھیال (برطانیہ) میں پناہ لئے ہوئے ہے۔ اور یہ کہ مرزائی خود ساختہ نبی (مرزا) کو گالیاں دے کر، کاذب، منافق اور لعنتی کہہ کر جان چھڑا لیتے ہیں۔ یہ ان کا ایمان ہے، بے شرمی ڈھیٹ پن اور گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہنا ان کی نمایاں خصوصیات ہیں، اس بارے میں ایک دو مثالیں پیش خدمت ہیں۔

الف: ''کنری ضلع تھرپارکر (سندھ) میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک بزرگ رہنما مستری برکت علی جو لوہار کا کام کرتے ہیں کے پاس ایک دفعہ ایک مرزائی آیا اور تبلیغ پر بیٹھ کر اپنی ارتدادی تبلیغ شروع کردی، مستری صاحب دستے والی کلہاڑی مرزائی کی گردن پر رکھ کر کہا کہ کہو مرزا بے ایمان تھا، ایسا تھا ویسا تھا خوب بے نقط سنائیں۔ مستری صاحب کے ساتھ ہی ساتھ مرزا کو لعن طعن کرتا گیا جب تھک گئے تو مستری صاحب نے وہی کلہاڑی مرزائی کے ہاتھوں میں دے دی اور خود نیچے بیٹھ گئے اور کہا کہ اب تم کلہاڑی میری گردن پر رکھ کر کہو کہ میں آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کروں، میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں گا مگر توہین رسالت کا تصور بھی نہیں کرسکتا، یہ آپ کے اور ہمارے جھوٹے اور سچے ہونے کی دلیل ہے۔''

ب: ''اسی طرح وفاقی شرعی عدالت میں ایک ماہ تک یومیہ سینکڑوں مرزائیوں کی موجودگی میں مرزائی قادیانی لعین پر جرح قدح ہوتی رہی مگر کسی مرزائی کے چہرے پر شکن نہ پڑی بلکہ الٹا ندامت سے ان کے سر نیچے ہی رہتے۔ اگر خدا نہ کرے کوئی ایسا سانحہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہوتا تو چاہے ایک مسلمان کیوں نہ ہوتا کٹ مرتا مگر جرح قدح کرنے کی کسی کو اجازت نہ دیتا۔'' (منقول از ''تذکرہ مجاہدین ختم نبوت'' ص ۲۹۱ مولفہ مولانا اللہ وسایا)

مرزا دجال نے اپنے چوتھے بیٹے کے ''مصلح موعود'' ہونے کی پیشگوئی کی تھی، درج ذیل من گھڑت قصے میں وہ یہ اعزاز اپنے بیٹے مبارک احمد کو دیتے ہوئے چار کی نسبتیں قائم کرتا ہے۔

☆......''اور اس لڑکے ''مبارک احمد'' نے پیدائش سے پہلے یکم جنوری ۱۸۹۷ء میں بطور الہام یہ کلام مجھ سے کیا اور مخاطب بھائی تھے کہ مجھ میں اور تم میں ایک دن کی معیاد ہے۔ یعنی اے میرے بھائیو! میں پورے ایک دن کے بعد تمہیں ملوں گا، اس جگہ ایک دن سے مراد دو برس تھے اور تیسرا وہ جس میں پیدائش ہوئی۔''

اور یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) نے تو صرف مہد میں ہی باتیں کیں مگر اس لڑکے نے پیٹ میں ہی دو مرتبہ باتیں کیں اور پھر بعد اس کے ۱۴/جون ۱۸۹۹ء کو وہ پیدا ہوا اور جیسا کہ وہ چوتھا لڑکا تھا، اسی مناسبت کے لحاظ سے اس نے اسلامی مہینوں میں سے چوتھا مہینہ لیا یعنی ماہ صفر اور ہفتہ کے دنوں، میں سے چوتھا دن لیا یعنی چہار شنبہ اور دن کے گھنٹوں میں سے دوپہر کے بعد چوتھا گھنٹہ لیا اور پیشگوئی ۲۰/فروری ۱۸۸۶ء کے مطابق پیر کے دن اس کا عقیقہ ہوا اور اس کی پیدائش کے یعنی بروز چہار شنبہ چوتھے گھنٹے

میں دن کے بعد خوب بارش ہوئی۔“
(تریاق القلوب ص ۴۱ مصنفہ مرزا قادیانی)

☆...... ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو مہد (پنگھوڑا) میں باتیں کیں مگر مبارک احمد نے ماں کے پیٹ میں دو مرتبہ باتیں کیں۔“

مطلب اس کا یہ ہوا کہ مبارک احمد، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل تھا۔ (نعوذ باللہ)

☆...... اسلامی مہینوں میں چوتھا مہینہ صفر کو کہتا ہے اور ہفتے کا چوتھا دن چہار شنبہ (بدھ) کو لیتا ہے، اس مجدد، محدث، مہدی، مسیح اور نام نہاد نبی پر اتنا بھی نہ جانتا تھا کہ اسلامی مہینوں میں چوتھا مہینہ تو ربیع الثانی ہے، صفر تو دوسرا مہینہ ہے، پھر ہفتے کا چوتھا دن سہ شنبہ یعنی منگل ہے نہ کہ چہار شنبہ یعنی بدھ۔

اس تین چار کے چکر میں مرزا لعین کی تمام پیشگوئیاں غلط ثابت ہوئیں، اس بارے میں مرزائیوں کی ”لاہوری جماعت“ کے تاثرات ملاحظہ کیجئے۔

☆...... ”خود حضرت مسیح موعود (مرزا لعین) نے مصلح موعود کی پیشگوئی کو مبارک احمد پر لگایا اور بار بار مختلف کتابوں میں آپ نے اس اجتہاد کو صریح لفظوں میں لکھ کر شائع فرمایا، مگر واقعات نے اس اجتہاد کو بھی غلط ثابت کر دیا کیونکہ وہ بھی فوت ہو گیا۔“ (قادیانی جماعت لاہور کا اخبار ”پیغام صلح“ جلد ۲۴ نمبر ۶ ۲ مورخہ ۱۹۳۶ء)

قادیانیوں کی یہ لاہوری جماعت بھی عقل، فکر سے عاری ہے۔ یہ جھوٹے، منافق اور جعلساز مرزا لعین کو نبی نہیں مانتے ہیں، بلکہ مجدد، محدث اور مسیح موعود مانتے ہیں، کیا کاذب شخص مجدد، محدث یا مسیح ہو سکتا ہے؟ ان سے پوچھیں کیا مرزا لعین نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا؟ یہاں ان عقل کے اندھوں سے پوچھیں کیا پیشگوئی کو اجتہاد کا نام دیا جا سکتا ہے، بریں عقل و دانش بہ باید گریست! پھر جب ان کے بقول مرزا لعین کا اجتہاد غلط ثابت ہوا تو پھر یہ کس بنا پر اسے مجدد مانتے ہیں، مرزا قادیانی سے سوال کیا گیا کہ بطور مسیح موعود اس نے اب تک حج کیوں نہیں کیا، تو کہا کہ:

☆...... ”ہمارا حج تو اس وقت ہوگا جب دجال بھی کفر و دجل سے باز آ کر طواف بیت اللہ کرے گا، کیونکہ بموجب حدیث صحیح کے وہی وقت مسیح موعود کے حج کا ہوگا۔“ (ایام الصلح ص ۶۸)

استغفر اللہ! دجال نہ تو کفر سے توبہ کرے گا اور نہ ہی بیت اللہ کے نزدیک بھی بھٹک سکے گا، بموجب حدیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا پیچھا کر کے مقام لد پر دجال کا خاتمہ فرمائیں گے۔ بعد میں حج کریں گے، یہ مرزا تو خود دجال تھا، حج کیسے کرتا؟! اپنی بات رکھنے کے لئے صاف صاف جھوٹ بولتا تھا، پھر اگر اس کا درج بالا بیان درست ہی تھا تو کیا اس نے مرنے سے پہلے دجال کو طواف کرتے دیکھا اور خود حج کیا؟ یہ نہ صرف وقتی جھوٹ تھا بلکہ حقیقتاً جھوٹ ثابت ہوا۔

لڑکی نہ لڑکا:

”جان چھڑاؤ“ ان کا تربیتی کورس ہے، اسی حفظ ماتقدم کے پیش نظر یہ گرگٹ کی طرح مذہبی رنگ بدلتے رہتے ہیں کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ ان کا یہ فلسفہ ان کی اپنی بے شرمی کی حد تک کامیاب ہے۔ اس کی مثال کچھ اس طرح ہے کہ ایک پیر لڑکی، لڑکا مانگنے پر ایک تعویذ لکھ کر دیا کرتا تھا جس پر لکھا ہوتا: ”لڑکی نہ لڑکا“ تو اگر کوئی عورت جس کو اس نے لڑکا مل جانے کی خوشخبری دی ہوتی تھی مگر اس کے ہاں لڑکی پیدا ہو جاتی تو وہ غصہ سے اس پیر کو طعنہ دینے آتی کہ اس کے ہاں تو لڑکا نہیں بلکہ لڑکی پیدا ہو گئی ہے، تو پیر صاحب غصے کا موڈ بنا کر کہتے لاؤ میرا وہ تعویذ کھول کر دکھاؤ اور کہتے دیکھو میں نے لکھا تھا۔ لڑکی، نہ لڑکا، اور اگر لڑکی کے بجائے لڑکا پیدا ہو جاتا تو کہتا دیکھا میں نے لکھا تھا لڑکی نہ، لڑکا۔ بس اس طرح سچا ثابت ہو جاتا، ایک مرتبہ ایک عورت کے ہاں لڑکی اور لڑکا دونوں بیک وقت پیدا ہو گئے۔ پیر صاحب کا پول کھل گیا۔ تو یہی حال ان قادیانیوں کا بھی ہے جب دیکھتے ہیں کہ کسی پڑھے لکھے اور دینی مسائل سے واقفیت رکھنے والے مسلمان سے واسطہ پڑ گیا ہے جھٹ کہہ دیتے ہیں: ”اجی ہم مرزا کو نبی کب مانتے ہیں اور مرزا نے کب نبوت کا دعویٰ کیا تھا وہ تو مہدی اور مسیح ہیں“ اور اگر دیکھا کہ مد مقابل کوئی ان پڑھ سا مسلمان ہے تو مرزا کو نبی کہہ کر دلائل دینا شروع کر دیتے ہیں۔

اس منافقت کی ایک تازہ مثال پیش خدمت ہے:

بندہ کے ایک مہربان دوست ملک مجید احمد صاحب، اسسٹنٹ ڈائریکٹر نے میری تالیف ”مقام و احترام قائد اعظم“ کے زیر بحث اعتراض ”قائد اعظم نے ظفر اللہ خان قادیانی کو اپنا وزیر خارجہ مقرر کیا تھا“ کو پڑھنے کے بعد اپنے ساتھی شیخ لطیف احمد قادیانی اسسٹنٹ ڈائریکٹر (حال ریٹائرڈ) سے درخواست کی وہ بھی اس مضمون کو نہایت توجہ سے پڑھیں۔ اس میں بندہ نے اور باتوں کے علاوہ قادیانیت کا پردہ بھی چاک کیا ہے اور مرزا قادیان کے دعووں، گستاخیوں یاوہ گوئی سے روشناس کرایا ہے تاکہ قارئین ظفر اللہ خان کی بطور وزیر خارجہ تقرری پر اعتراض کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ شیخ لطیف احمد اس مضمون کو بغور پڑھنے کے بعد ملک مجید صاحب کے پاس آیا اور رونا شروع کر دیا۔ ملک صاحب نے پوچھا: ”شیخ صاحب کیا ہوا؟“ اس پر شیخ لطیف احمد نے کہا: ”قسم ہے خدا کی ہم تو مرزا صاحب کو صرف ایک ولی اللہ سمجھتے ہیں اور کچھ نہیں۔“ اس پر ملک صاحب نے کہا: ”تو پھر جھگڑا کس بات کا ہے۔ اس پر تو کسی فریق پر بھی کفر کا فتویٰ نہیں لگتا۔ قادیانی، مسلمانوں کو پھر کافر کیوں سمجھتے ہیں اور ایسے ہی مسلمان قادیانیوں کو۔ پھر کیا ایک ولی اللہ خدا تعالیٰ، انبیاء کرام، حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، اصحاب رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہم، آل

باقی صفحہ 11 پر

زیر: سکندر ذوالقرنین، سکھر

عقیدۂ ختم نبوت اور ہماری ذمہ داری

عقیدۂ ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ پورے کا پورا دین اسی اساس پر قائم ہے، عالم اسلام نے جتنی اہمیت اس مسئلہ کو دی شاید کسی اور کو دی ہو، چنانچہ اسلام کے پہلے خلیفہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلا اجماع اس مسئلہ پر قائم کیا تقریباً بارہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شہید ہوکر عقیدۂ ختم نبوت کا دفاع کیا۔ منکرین ختم نبوت عالم اسلام کا پہلا فتنہ ہے، اس فتنہ کا مؤجد مسیلمہ کذاب ہے اور تا حال یہ فتنہ یوسف کذاب اور ملعون گوہر شاہی کی شکل وصورت میں موجود ہے، مگر جب بھی منکرین ختم نبوت نے سر اٹھایا تو مسلمانوں نے سنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر عمل کرتے ہوئے مقابلہ کیا اور تلوار صدیقی سے ان کا بھرپور قلع قمع کیا، اس لئے کوئی بھی منکر ختم نبوت زیادہ عرصہ اس دنیا میں نہ رہ سکا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امت مسلمہ نے کبھی بھی اس اہم اور اساسی مسئلہ سے غفلت نہیں برتی۔

مگر چودھویں صدی کا سورج مسلمانوں کے لئے غلامی کا طوق لے کر آیا پورے برصغیر پر انگریز کا تسلط قائم ہوگیا، ہر وہ ظلم جو کبھی آسمان نے اور زمین نے نہ دیکھا تھا کر ڈالا مگر وہ بہادر مسلمان تھے کہ ان کے وجود سے حریت کا درس اور انگریز سے نفرت نہ نکال سکے جو ان کو مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے درس دیا تھا۔ مسلمانوں نے اس کو اچھی طرح یاد رکھا۔ مگر شاطر انگریز جلدی ہی جان گیا کہ ان کے مرکز ومحور کو توڑ ڈالا جائے۔ اس کے بعد وہ بڑے غور وخوض سے اس نتیجہ پر پہنچا کہ ان کے عقیدۂ ختم نبوت پر ڈاکہ زنی کی جائے۔ انگریز نے اپنے زرخرید غلاموں کا اجلاس بلایا اور پھر ملعون مرزا غلام احمد قادیانی کو نامزد کیا اس ملعون شخص نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کر ڈالا مگر مسلمانوں نے باوجود حالت غلامی کے ان کا تعاقب کیا، کیونکہ اس وقت علماً جانتے تھے کہ اگر اس ملعون شخص کو یوں ہی کھلا چھوڑ دیا جائے گا تو یہ بہت بڑے فتنے کی شکل اختیار کرلے گا، چنانچہ روز اول ہی سے علماً حق ان کے مقابلہ کے لئے کمربستہ ہوئے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ، پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ اور بہت سارے علماً نے جو وقت کے مجدد تھے، ان کے خلاف بھرپور انداز میں جہاد کیا۔

تاریخ کے اوراق پلٹتے جایئے انگریزی سلطنت کا زوال شروع ہوا، برصغیر سے انگریز اپنے زخم چاٹتا ہوا نکلا تو پھر وہ پوری دنیا سے سمٹ کر صرف لندن (برطانیہ) میں پناہ لی اور اس نے اپنے پیچھے مسلمانوں کے لئے ایک ناسور چھوڑا تھا، ان کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مرد حق پیدا کیا وہ تھا بطل حریت امیر شریعت حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، ان کی ضرب حیدری نے اس فتنہ قادیانی کو بے بس کردیا اور بھرپور انداز سے عقیدۂ ختم نبوت کا دفاع کیا گیا۔ حضرت امیر شریعتؒ کی قیادت میں امت مسلمہ نے کم وبیش دس ہزار جانوں کا نذرانہ پیش کر کے یہ ثابت کردیا کہ امت مسلمہ اس عقیدۂ ختم نبوت سے غافل نہیں ہے اور اس عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنے کا مقابلہ کیا جائے گا۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی وفات کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے جدوجہد جاری رکھی، بالآخر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اور اب گوہر شاہی کی شکل میں کبھی یوسف کذاب کی شکل میں فتنہ قادیانیت موجود رہا مگر اس نازک دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے درویش منش انسان شہید ناموس رسالت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی صورت میں ہمیں قیادت نصیب فرمائی اور ہر طرح سے عقیدۂ ختم نبوت کا دفاع فرمایا۔

آیئے ہم ختم نبوت کا علم تھام کر ناموس رسالت کا تحفظ کرنے کا عزم صمیم کریں۔

انتہائی دکھ کی بات ہے کہ آج کا نوجوان سینما دیکھتا ہے، کرکٹ، ہاکی اور فٹبال کے میچوں میں دلچسپی لیتا ہے تحفظ ختم نبوت کے کام میں پیش پیش نظر نہیں آتا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس اہم مسئلہ کی اہمیت اور افادیت کو مدنظر رکھتے ہوئے میدان میں اتریں اور ایک نئے جذبے اور ولولے سے قادیانیت اور باطل قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں تو یہ ہمارے لئے دنیا وآخرت کا سرمایہ ہوگا ورنہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ندامت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہو اور تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی توفیق ارزاں فرمائے۔ (آمین)

☆☆......☆......☆......☆☆

جو مرضی خدا کی

از: ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی

ذی روح مخلوق کا بیان:۔

ذی روح مخلوق کا یہ امتیاز ہے کہ وہ اپنے ارادے سے اپنے افعال انجام دیتی ہے۔ لیکن یہ قدرت وکمال جمادات ونباتات میں نہیں پائی جاتی' ذی روح مخلوق اپنی مرضی کے مطابق پہاڑوں کی چوٹیوں کو سر کرتی ہے' اپنی غذا کو ڈھونڈ نکالتی ہے۔ خلا میں اڑتی پھرتی ہے لیکن دریا کے پانی میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ وہ اپنے ارادے سے یا اپنی خواہش کے مطابق کچھ کر سکے۔ یعنی اسے اپنی رفتار یا حرکت پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ذی روح مخلوق میں ایک ایسی قوت ہے جو اس کو دوسری موجودات سے ممیز کرتی ہے۔ اس قوت کا نام "ارادہ" ہے۔ ذی روح مخلوق کو "قدما" اپنی اصطلاح میں "المتحرک بالارادہ" یعنی اپنے ارادے سے حرکت کرنے والا کہتے ہیں۔

یہی ارادہ جو ذی روح مخلوق کے ہر کام کا محرک بنتا ہے انسان اور حیوان میں یہی "مابہ الامتیاز ہے" انسان کی فوقیت اور اشرف المخلوقات بن جانے کا سبب اس کا تدبر اور تعقل ہے' وہ پہلے غور وفکر کرتا ہے۔ نتائج کو سوچتا ہے۔ حالات حاضرہ کے آئینے میں مستقبل کا سراغ لگاتا ہے۔ پھر اس کے بعد کاموں کو اپناتا ہے۔ مگر حیوانات کو اللہ تعالیٰ نے تفکر اور تدبر نہیں عطا فرمایا۔ حیوانات کی طبیعت ان کے طبعی میلانات کو ابھارتی ہے' پھر جو ان کا میلان ہوتا ہے وہی ان کا ارادہ ہوتا ہے' ان کے پاس کوئی عقل نہیں ہوتی جو ان کے میلان طبع کا رخ موڑ دے یہ چیز صرف انسان کو اللہ تعالیٰ نے قوت وطاقت کی صورت میں عطا فرمائی ہے کہ وہ اپنے ارادے واختیار سے میلانات کا رخ موڑ سکتا ہے۔ انسان فطرت کے احکام کو بھی بدل دینے کی قوت رکھتا ہے۔ انسان کے اندر ایک اور خصوصیت بھی ہوتی ہے جو "جودت اور ندرت" کہلاتی ہے۔ یہی جودت طبع اس کو اچھے اغراض ومقاصد کے لیے ابھارتی ہے اور انسان کو بہتر کام کے لیے مائل کرتی ہے اور یہ جذبہ "خیر" کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔ دوسری جانب انسان کے اندر خوب سے خوب تر کی جستجو۔ مدح وستائش کی آرزو۔ مستقبل کی دنیاوی لذائذ سے بھرپور دیکھنے کی تمنا اور طمع وہوس بھی ہوتی ہے ظاہر ہے کہ ان سب چیزوں میں لطف اندوزی بھی ہوتی ہے' اس کو حاصل کرنے کا جب رجحان ہوتا ہے تو انسان سب کچھ ترک کر کے "شر" کی جانب جھک کر ظلم وتعدی' قتل وغارت گری' بے باکی وبے انصافی تک سے گریز نہیں کرتا۔

انسان کے ارادے کی حقیقت:۔

اس جہان ہست وبود کے اندر انسانی اعمال کی نوعیت کو اس حیثیت سے بخوبی واضح اور روشن ہونا چاہیے کہ ہم جو کام بھی کرتے ہیں وہ ہمارا عمل یا کام ہماری مرضی ومنشا اور ارادے سے انجام پاتا ہے یا خدا تعالیٰ کی مرضی ومنشا اور ارادے کے تحت ہوتا ہے۔ اس پر ہم سیر حاصل گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

قرآن حکیم میں ہمیں مجموعی طور پر دو قسم کی آیتیں نظر آتی ہیں۔

۱۔ وہ آیات جو بتاتی ہیں کہ گمراہی' عزت وذلت' ملک وقدرت' دولت وروزی' سب براہ راست خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ ان کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا عمل اور اس کی تقدیر خدا کے ڈائریکٹ کمانڈ میں ہیں اور انسان قطعاً بے بس ہے۔

۲۔ وہ آیات جو انسان کی تقدیر کو ان کے اعمال اور ان کی جدوجہد سے وابستہ اور مشروط بتاتی ہیں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہمارے اعمال اور ہمارا مستقبل خود ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اب بات غور کرنے کی ہے کہ ان اقسام کی آیتوں میں باہم ربط کیونکر پیدا کیا جاسکتا ہے۔

دوسری جانب ایک اور بحث سامنے آجاتی ہے کہ اگر انسانوں کے اعمال اور ان کے مقدرات کو براہ راست خدا تعالیٰ سے متعلق کر دیا جائے تو یہ انبیاء کرام علیہ السلام جو ہزاروں کی تعداد میں مبعوث ہوئے اور جو آسمانی کتابیں نازل ہوئیں۔ یہ سب کس لیے ہوا پھر ان سب نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اچھے اعمال کرنے والے انسانوں کو جنت کے سرسبز باغوں کی بشارت اور برے کام کرنے والوں کو دوزخ کی وعید اور خوف دلایا۔ اب آپ خیال فرمائیے کہ اگر لوگوں کے تمام اعمال خدا تعالیٰ کے ہاتھوں میں ہیں اور اس کے اختیار میں ہیں تو بندوں کے تمام مظالم اور گناہ بھی خدا کے ارادے کے تحت انجام پائیں گے۔ جبکہ ہم جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ذات ہر قسم کے ظلم اور آلودگی سے پاک ومنزہ اور بری ہے۔

اس کے مقابلے میں اگر ہم کہیں کہ انسان اپنے تمام اعمال خود اپنے ارادے اور اختیار سے انجام دیتا ہے تو پروردگار عالم کی حاکمیت مطلق کے بارے میں آپ کیا کہیں گے۔ جبکہ ہم جانتے ہیں کہ خدا خالق ہے' مالک ہے' رزاق ہے اور اگر انسان

اپنے ارادہ واختیار سے اعمال انجام دیتا ہے تو خدا کی حاکمیت کے دائرہ اور اس کے ارادہ مطلق میں ایک دوسرا ارادہ بھی کارفرما دکھائی دیتا ہے یہی وہ تصور ہے جہاں سے شرک کی ابتدا ہو جاتی ہے۔

مذکورہ دونوں صورتوں میں یعنی دونوں اقسام کی آیات کو باہم جمع کرنے اور مندرجہ بالا مشکل کے حل کے لیے ہم عمل کی بنیاد توحید کو قرار دے کر یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس کائنات کی وسعت میں خدا کے حکم کے اور اس کے ارادہ کے سوا کوئی چیز حاکم نہیں' اور کوئی قدرت وارادہ حکم خداوندی اور اس کی قدرت کاملہ سے باہر نہیں۔

فلن تجد لسنته الله تبديلا

ترجمہ:۔ "تم خدا کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پاؤ گے۔" (فاطر۔ ۴۳)

اسی دلیل کے تحت انسانوں کی تمام قوتیں اور اختیارات بھی خدا کے دائرہ اختیار سے باہر نہیں ـــــ یعنی اگر ہم گفتگو کرتے ہیں تو ہونٹ۔ زبان' سانس کی نالیاں' دل' پھیپھڑے' عضلات' اعصاب اور دماغ الغرض جسم کا ہر وہ حصہ جو گفتگو کے عمل میں مدد ومعاون ہوتا ہے۔ سب کچھ خدا کی قدرت اور اس کے حکم کے تحت کام کرتا ہے' اسی نے تمام چیزوں کو پیدا کیا اور اسی کے ارادوں کے تحت اپنا وجود رکھتی ہے۔ لیکن ان ہی کے درمیان ہم ارادہ واختیار کی ایک اور قوت بھی محسوس کرتے ہیں' جو خود انسان کے اندر پائی جاتی ہے' یہ تمام اعضاء اور قوتیں ہمیں انسان کے دائرہ اختیار میں نظر آتی ہیں۔ انسان سب اچھائیاں' برائیاں انجام دینے کا مختار ہے۔ اس کے ارادہ واختیار کے تحت یہ سب انجام پاتی ہیں۔ وہ ان اعمال میں واقعی خود مختار ہے۔ جس کے لیے قرآن صاف صاف کہتا ہے۔

كل نفس بما كسبت رهينته (مدثر۔ ۳۸)

ترجمہ:۔ "ہر شخص اپنے خود کردہ اعمال کا نتیجہ دیکھے گا۔"

انسان آزاد۔ خود مختار ہے:۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ انسان میں ارادہ واختیار کہاں سے آیا اگر ہمارا یہ ارادہ بھی خدا کے ہاتھ میں ہے تو اس ڈوری کا سرا نہیں مل سکتا اور وہی اعتراض باقی رہ جاتا ہے کہ خدا ہی اچھے اور برے کاموں کو انجام دیتا ہے اور اگر ارادہ واختیار ہمارے ہاتھ میں ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ ارادہ خدا کی حاکمیت اور اس کے فرمان کے دائرہ سے باہر ہے۔ یہ اعتراضات مستشرقین' دوسرے مذاہب کے فلاسفر' ملحدین اٹھاتے رہتے ہیں کہ نعوذباللہ! اس کی قدرت وارادہ کے مدمقابل بھی کوئی چیز ہے۔ جو سوچنا بھی ہمارے نزدیک شرک ہے۔

آیئے ہم اس کا بغور اپنے تمام علم کو بروئے کار لا کر تجزیہ کرتے ہیں۔ اور اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ ارادہ ہمیں خدا تعالیٰ ہی بخشتا ہے۔

يعذب من يشاء ويرحم من يشاء (العنکبوت۔ ۲۱)

ترجمہ:۔ "جس کو چاہے عذاب دے (یعنی جو اس کا مستحق ہوگا) اور جس پر چاہے رحمت فرمادے۔" (یعنی جو اس کا اہل ہوگا)

عمل کرنے کی آزادی اس نے ہی ہمیں عطا کی ہے۔ ہمارے ہمارا ارادہ وآزادی خدا کی جانب سے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم نے ہمیں اس قدر امکان آزادی عطا کی ہے کہ ہم اپنی مرضی سے راستے کا انتخاب کرلیں۔ چنانچہ ہم خود بہ ہوش وحواس راستے کا انتخاب کرتے ہیں لیکن اس طرح نہیں کہ ہمیں جو عقل وخرد عطا کی گئی ہے اس کا استعمال نہ کریں۔ اور جب خداداد صلاحیتوں کے ہونے کے باوجود غلط راستے کا انتخاب کرتے ہیں تو ان اعمال کی بنیاد خدا تعالیٰ کی ذات سے وابستہ نہیں کی جاسکتی پس اچھے یا برے افعال جو ہم سرزد کرتے ہیں ان کی تمام تر ذمہ داری انسان پر عائد ہو جاتی ہے' اگر ایسا نہ ہوتا تو خدا کے وعدہ کے مطابق جزا یا سزا کے مستحق کس طرح ہم قرار پاتے' کیونکہ قرآن واشگاف الفاظ میں اعلان کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

ليس للانسان الا ماسعى ...... سوف يرى (نجم ۳۹۔۴۰)

ترجمہ:۔ "انسان جیسی کوشش کرتا ہے ویسا ہی اس کا پھل پاتا ہے اور عنقریب (یعنی قیامت میں) اس کی کوشش دیکھی جاوے گی۔"

اب ہم ہدایت وگمراہی، عزت ودولت' سے مربوط آیات پر غور کر کے دیکھتے ہیں کہ ہماری سوچ کہاں تک درست ہے اس بات کی وضاحت ہو چکی ہے کہ اگر ہم سعادت وعزت کے ذرائع سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور درست کاری' جدوجہد' دوراندیشی' حسن عمل کو اپنی پوری آزادی واختیار کے ساتھ اپنا شعار بناتے ہیں تو اس کا بہتر نتیجہ حاصل کریں گے مگر اگر گمراہی اور بدبختی کی راہ میں قدم اٹھاتے ہیں اور برے اعمال انجام دیتے ہیں تو کبھی اس کا رد عمل اسی دنیائے کارزار میں سامنے آجاتا ہے اور کبھی یہ حساب کتاب آخرت کے لیے رکھ لیا جاتا ہے' اس کا مطلب صاف ہے کہ انسان نے چونکہ یہ راستہ اپنے اختیار وآزادی سے ہی حاصل کیا تھا جس کا نتیجہ اس کو مل جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے تو یہ طے کر رکھا ہے کہ جو شخص خوش بختی۔ سعادت ونیکی کی راہ پر گامزن رہتا ہے اور اس کی راہ میں کوشش کرتا رہتا ہے' اسے نیکی وسعادت ہی حاصل ہوتی ہے۔ اس راہ اسلوب پر چلنے یا ارادہ کرلینے سے خدا تعالیٰ بھی اس کی راہ نمائی کرتا ہے اور جس نے غلط وتکذیب کی راہوں کو اختیار کیا وہ گمراہ ہوا اور اسے خدا کے دستور نے بھی گمراہ کردیا۔ کیونکہ خدا نے یہ ہی طے کر رکھا

ہے۔ بھلا وہ کسان جس نے گیہوں کاشت کیے اسے خدا تعالیٰ گیہوں ہی کی فصل عطا کریں گے۔ خدا کا قانون اٹل ہے کبھی گیہوں کی جگہ جوار یا باجرے کی فصل نہیں کاٹی جا سکتی۔ یہ سوچ کا انداز بالکل غلط ہے کہ "شر" کی راہ اختیار خود کر لی جائے اور الزام نعوذباللہ خدا کے ذمہ لگا دیا جائے۔ کہ "جو خدا کی مرضی!"

آپ اس طرح سوچئے کہ عزت و ذلت' قوت و ضعف' ہدایت و گمراہی۔ زندگی اور موت تو سب خدا کے ہاتھ میں ہی ہے اس میں تو کوئی شبہ نہیں اور اس نے ان میں سے ہر ایک پر چلنے کی ایک ایک راہ معین کر رکھی ہے اور یہ راہیں اس نے ہمیں سمجھا دی ہیں ساتھ ساتھ ہمیں قوت و اختیار و ارادہ کے انتخاب کی آزادی بھی دے رکھی ہے اور ہمیں از خود ان میں سے ایک راہ کا انتخاب کرنا ہے۔ دیکھئے کہ یہ تمام وسائل آپ کے سامنے ہیں۔ آپ پر منحصر ہے کہ آپ ہدایت حاصل کرتے ہیں یا گمراہی کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

قرآن پڑھیے! سمجھیے!!! جو ہمیں ایک بڑی حقیقت سے روشناس کراتا ہے۔ ایسی حقیقت جس کے ذریعہ ہم نہ صرف صحیح عقیدہ سے واقف ہوتے ہیں بلکہ ایک عظیم فلسفہ حیات سے بھی آگاہ ہوتے ہیں۔ یعنی ایک طرف تو یہ حقیقت ہمیں کامل توحید سے روشناس کراتی ہے اور دوسری جانب اس سے ہم دونوں جہان میں اپنی خوش بختی۔ اصلاح۔ ارتقاء۔ معاد کے حصول کے لیے بھی فکر و تدبر اور درست عمل کی ضرورت سے بھی آگاہ ہوتے ہیں۔

ہماری اجتماعی تقدیر:۔

جو لوگ کسی سنگین اور پر خطر ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے سے گھبراتے ہیں اور جی چرانے کی کوشش کرتے ہیں وہ اپنا دامن بچانے کے لیے ایسے استدلال اور بہانوں کا سہارا لیتے ہیں جو بظاہر دلکش و مدلل نظر آتے ہیں۔ اور یہ بڑے پر فریب انداز میں اپنے اغراض اور نفسانی خواہشات پر اس طرح پردہ ڈال دیتے ہیں اور چونکہ یہ بہانے ایک حق جانب دینی پہلو بھی رکھتے ہیں اس لیے یہ لوگ ٹھیک اس نقطہ پر جہاں جدوجہد اور سعی و کوشش ضروری ہوتی ہے سستی و کاہلی کا شکار ہو جاتے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ خود کو تن بہ تقدیر کرنے پست ہمتی اور کاہلی اختیار کرنے کے باوجود اجر و ثواب کی توقع بھی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر وہ ان میں سے کوئی ایک دلیل پیش کرتے ہیں۔

ہماری موجودہ صورت حال تقدیر کی دین ہے۔ خدا نے یہی مقدر میں لکھا تھا کہ مسلمان مصیبتوں اور پریشانیوں میں مبتلا رہیں۔ دنیا تو دار بلا ہے اور تقدیر کے آگے سوائے صبر اور تسلیم کے کوئی چارہ نہیں۔ ہم قضائے الٰہی کے آگے کیا کر سکتے ہیں۔ ہم تنہا کیونکر ان آفات سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔ معاشرے کو کیسے ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں۔ ان لوگوں کو یہ نہیں سمجھ میں آتا کہ ایک ایک فرد سے مل کر ہی معاشرہ بنتا ہے۔ ہر فرد یہ سوچ لے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے تو ملک کا اور قوم کا یہی حال ہوتا ہے جو اس وقت ہمارے ملک کا ہے۔ بے شک ملک کا چلانا حکمران کا کام ہوتا ہے۔ مگر موجودہ دور میں حکومت کے سربراہ کا تعین تو عوام (معاشرے) کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ایک ایک فرد اگر یہ تہیہ کر لے کہ ہم نے قوم کی تقدیر۔ گمراہ۔ بدقماش۔ بددین سربراہ کے ہاتھ میں نہیں دینی تو پھر کون سی طاقت ہے جو ان پر خود غرض۔ عیاش حکمرانوں کو تخت پر بٹھا دے۔

اگرچہ اس بات کو مختلف تعبیرات' توجیہات کے ساتھ پیش کیا جا سکتا ہے لیکن دراصل اس طرز فکر کی روح اور اصل مقصد یہ ہے کہ افراد اور معاشرے کے مقدرات جبر کے ہاتھوں میں ہے اور کبھی تبدیل نہیں ہو سکتے۔ وہ ذات جس نے سب کو پیدا کیا ہے اس نے ہر فرد اور معاشرے کے لیے ایک مخصوص راہ بھی متعین کر دی ہے اور وہ یہ ہے۔ پڑھیے اور سوچئے۔

ذالك بان الله لم يك .... بانفسهم (انفال۔ ۵۳)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی قوم کے نعمتوں (مقدرات) کو اس وقت تک نہیں بدلتے۔ جب تک وہ (قوم یا معاشرہ) خود اپنے آپ کو نہ بدلے۔

مستشرقین نے اپنی کتابوں اور مقالوں میں اس بات پر متعدد مقامات پر اپنے ادعا کا اظہار کیا ہے کہ اسلام میں قضا و قدر کے نام سے ایک عقیدہ ہے اور یہی مسلمانوں کے عقائد کا ایک اہم جزو ہے۔

ہم اسلامی تاریخ کے اوراق کا جب مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہی قضا و قدر کا عقیدہ ابتدا میں مسلمانوں کی ترقی کا پیش رفت رہا۔ کیونکہ مسلمان یہ کہتے تھے کہ ہماری زندگی اور موت غریبی' امیری' آرام و مصیبتیں سب کچھ خدا معین کرتا ہے۔ لہٰذا ہم میدان جنگ اور جہاد سے کیوں ڈریں۔ اپنے مال و دولت' آرام و آسائش کو جنگی اور اجتماعی فائدے کے لیے کیوں نہ صرف کریں۔ کیونکہ موت کا تو ایک دن معین ہے۔ مال و جاہ اسی کا عطا کردہ ہے' ہماری قسمت میں اگر مرنا ہے۔ مال و جاہ کا اگر جانا ہے تو اسی کی راہ میں کیوں نہ اس کو دے ڈالیں۔ فرش راحت پر بھی موت آنی ہے۔ اگر مقدر میں حیات مزید لکھی ہے تو تیروں' تلواروں کے سایہ میں سے بھی ہم صحیح سالم نکل آئیں گے یہی وجہ تھی کہ مسلمان نہایت دلیری اور بے باکی سے اپنے آپ کو خطرات کے حوالے کر دیتے تھے اور کامیابیوں سے ہمکنار ہوتے تھے' حقیقت بھی یہی ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ پر ایمان

کال رکھتے تھے اور قضاوقدر الٰہی کی دین سمجھتے تھے۔

لیکن یہی عقیدہ وحدہ کی صدیوں میں مسلمانوں میں جمود اور ان کے زوال کا باعث بن گیا یعنی جب مسلمان صاحب ثروت واقتدار بن گئے۔ ایشیاء' یورپ اور افریقہ کے براعظموں پر ان کا تسلط ہوا اور دنیا میں سب سے بڑی طاقت بن کر ابھرے۔ تو قیر عزت وجاہ ان کی لونڈی بن گئی تو یہ عیش کوش ہوتے گئے۔ سستی اور کاہلی نے ان پر قبضہ کر ڈالا۔ انحطاط اور زوال ان کا مقدر بن گیا۔ یورپ کے ممالک ایک ایک کر کے ان سے نکلتے چلے گئے۔ کیونکہ یہ وہی رونا روتے رہے کہ مقدر کا یہی لکھا تھا۔ خدا کو یہی منظور تھا۔ ان کے اسلاف نے تو خدا اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر اجتماعی تقدیر خود بنائی تھی مگر اس کے برعکس وہ کاہد میں مبتلا ہو کر یہی کہتے مر گئے کہ خدا کا قانون اٹل ہے۔ وہ ایسے لوگوں کے لیے اپنے قانون میں تبدیلی نہیں کرتا۔ آپ خود پڑھ لیجئے۔

ولقد کتبنا فی الزبور من ....الصالحون (انبیاء ۱۰۵)

ترجمہ:۔ ہم (سب آسمانی) کتابوں میں لوح محفوظ (میں لکھنے) کے بعد لکھ چکے ہیں کہ اس زمین کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے۔

پس یہ ظاہر ہو گیا کہ اللہ نے انسان کو عقل وخرد' نیکی وبدی کے راستوں کو سمجھا کر اس کی مرضی پر چھوڑ دیا' یہ خدا کی مرضی ہرگز نہیں کہ امر بالمعروف سے منکر ہو کر بے حیائی' فحاشی' سستی کاہلی میں مبتلا ہو جاؤ۔ اچھی راہ اختیار کرنے کی تگ ودو مت کرو' ملاحظہ فرمایئے کس طرح بیان ہوتا ہے۔

ترجمہ:۔ "(اے رسول ﷺ) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشات نفسانی کو اپنا خدا بنالیا۔ ہم نے بھی جان بوجھ کر اسے گمراہی کی راہ پر ڈال دیا۔" (جاثیہ۔ ۲۳)

سورۃ توبہ کی آیت ۱۰۹ میں ایک ایسی بے نظیر تشبیہ اور صورت حال کا نقشہ کھینچا ہے۔ قرآن پڑھیئے۔ آپ کو لطف آجائے گا۔

ترجمہ:۔ "بہتر انسان وہ ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اور اس کی رضاجوئی پر رکھی یا وہ ہے جس نے اپنی عمارت ایک کھوکھلی مٹی (جرف) پر اٹھائی۔ وہ اسے لے کر سیدھی جہنم کی آگ میں گر پڑی۔ ایسے ظالم لوگوں کو اللہ کبھی سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔"

اس آیت کریمہ میں لفظ (جرف) استعمال کیا گیا ہے جس کا اطلاق عربی زبان میں کسی دریا کے ایسے کنارے پر کیا جاتا ہے۔ جس کے نیچے کا حصہ بہہ گیا ہو اور اوپر کا حصہ بے سہارا کھڑا ہو' جو لوگ اپنے عمل کی بنیاد بے خوفی اور خدا کی رضا سے بے نیازی پر رکھتے ہیں ان کی تعمیر حیات کو اس عمارت سے تشبیہ دی گئی ہے' جو اس کھوکھلی مٹی پر اٹھائی گئی ہے۔ اس مثال کے مطابق حیات دنیا کی وہ ظاہری سطح بھی جس پر سب اپنے کارنامہ ہائے زندگی کی عمارت اٹھاتے ہیں' بجائے خود کوئی ثبات وقرار نہیں رکھتی اور اس کا آخری انجام اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ بے بنیاد سطح جس پر اپنی عمر بھر کا سرمایہ عمل جمع کیا ایک نہ ایک دن یکایک گر جائے گی۔

آگے پڑھتے ہیں تو ہمیں (آیت ۱۱۱) عجیب انکشافات ہوتا ہے کہ ایمان کے معاملے میں جو خدا اور بندے کے معاملے میں طے پاتا ہے وہ خرید وفروخت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پڑھیئے۔

ترجمہ:۔ "حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں' وہ اللہ کی راہ میں لڑتے اور مرتے ہیں...... پس خوشیاں مناؤ اپنے (بیع) سودے پر جو تم نے خدا سے چکا لیا ہے' یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ ایمان محض ایک مابعد الطبعیاتی عقیدہ نہیں ہے بلکہ فی الواقع ایک معاہدہ ہے جس کی رو سے بندہ اپنا نفس اور اپنا مال خدا کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے اور اس کے معاوضے میں خدا کی طرف سے اس وعدہ کو قبول کر لیتا ہے کہ مرنے کے بعد دوسری دنیا (زندگی) میں وہ اسے جنت عطا فرمائے گا۔

خرید و فروخت صاحب اختیار کے ساتھ:۔

اب ہم آپ کو اس مقالے کے اصل موضوع کی جانب لیے چلتے ہیں' کیونکہ جہاں تک اصل حقیقت کا تعلق ہے اس کے لحاظ سے انسان کی جان ومال کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے' کیونکہ وہی اس کا اور سب چیزوں کا خالق ہے' جو اس کے پاس ہے اور جس پر تصرف کر رہا ہے چونکہ سب اسی کا ہے لہٰذا خرید وفروخت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نہ انسان کا اپنا کچھ ہے کہ وہ اسے بیچے نہ کوئی چیز خدا کی ملکیت سے خارج ہے کہ وہ اسے خریدے لیکن ایک چیز انسان کے اندر ایسی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کلیتاً اس کے حوالے کر دیا ہے۔ اس کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں اور وہ ہے اختیار یعنی اس کا اپنے انتخاب وارادہ میں آزاد ہونا' اس اختیار کی بنا پر حقیقت نفس الامری تو نہیں بدلتی مگر انسان کو اس امر کی خود مختاری حاصل ہو جاتی ہے کہ چاہے تو حقیقت کو تسلیم کر لے یا انکار کر دے۔ بالفاظ دیگر اختیار کے معنی یہ نہیں کہ انسان فی الحقیقت اپنے نفس کا اور اپنے ذہن وجسم کی قوتوں کا اور ان اقتدارات کا جو اسے اس دنیا میں حاصل ہیں مالک ہو گیا ہے اور اسے یہ حق مل گیا ہے کہ ان چیزوں کو جیسے چاہے استعمال کرلے بلکہ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ اسے اس امر کی آزادی دے دی گئی ہے کہ خدا کی

جانب بغیر کسی جبر واکراہ خود اپنی ذات پر اور اپنی ہر چیز پر خدا کے حقوق مالکانہ کو تسلیم کرنا چاہے تو کرے یا خود ہی مالک بن بیٹھے اور بہ زعم خویش یہ خیال کر بیٹھے کہ خدا سے بے نیاز ہو کر اپنے حدود واختیار میں اپنے حسب منشا تصرف کرنے کا حق رکھتا ہے۔

ہم مزید سہل انداز میں آیت کریمہ سے ربط برقرار رکھتے ہوئے انسانی خود اختیاری کی وضاحت کرتے ہیں کہ یہی وہ مقام ہے جہاں سے (بیع) خرید وفروخت کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ دراصل یہ بیع اس معنوں میں نہیں ہے جس طرح خرید وفروخت بازار میں کی جاتی ہے۔ یعنی نقد روپیہ یا چیک دیئے جارہے ہیں۔ کیش کا لین دین ہورہا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہاں نیک کام کرکے جو خدا کو پسند ومطلوب ہیں انجام دے کر ان کے بدلے خدا کے انعامات اس زندگی میں یا دوسری زندگی میں حاصل کئے جائیں۔

ہم ایک اور طریقے سے سمجھاتے ہیں کہ اس معاملہ کی نوعیت کو یوں سمجھ لیں کہ جو چیز خدا کی ہے اور جسے امانت کے طور پر انسان کے حوالے کردیا گیا ہے اور جس میں اس کو امین یا خائن بن جانے کی آزادی دے رکھی ہے۔ اس کے بارے میں وہ انسان سے مطالبہ کرتا ہے کہ تو رضا اور رغبت میری چیزوں کو میری ہی مان لے اور زندگی میں امین بن کر ان پر تصرف کرتا رہ اور خیانت کی جو آزادی تجھے دے رکھی ہے اس سے خود دست بردار ہوجا۔ اس طرح اگر تو دنیا کی عارضی زندگی میں اپنی خود مختاری کو (جو تیری حاصل کردہ نہیں بلکہ میری عطا کردہ ہے) میرے ہاتھ فروخت کردے تو بعد کی زندگی میں اس کی قیمت (بصورت جنت وانعامات) ادا کروں گا۔

قضاوقدر الٰہی کا معاملہ:۔

جب یہ معلوم ہوچکا کہ یہ پوری دنیا اپنے تمام اسباب وعلل اور خصوصیات سمیت خدا کی ہی تخلیق کردہ ہے اور اس کے ارادے کی تحت قائم وموجود ہے۔ اس کا منشا ہے کہ یہ دنیا ایک خاص نظام کے تحت گردش کرتی رہے اور یہ دنیا عالم اسباب وعلل ہو۔ ہر چیز کسی نہ کسی علت وسبب کے تحت وجود میں آئے۔ کائنات کے حوادث۔ تاثیر واثر۔ اسباب وعوامل کسی بھی صورت میں اس کے علم وارادے کے خلاف نہیں ہوتے۔ یعنی ہر علت ہی اثر ظاہر کرتی ہے جو اس کا منشا ہوتا ہے۔ اس کے ارادے سے کوئی شے خارج نہیں۔

جس طرح اس عالم کی طبیعی مخصوص قوانین سے وابستہ ہیں۔ اسی طرح کائنات کے اجتماعی موجودات بھی مخصوص سنتوں کے رہین منت ہے۔ یوں کہہ لیجئے کہ جس طرح طبیعت میں ایک شے اپنے رشد وکمال کے لیے مختلف طبیعی فزیکی اور کیمیاوی اسباب وعلل کے تابع ہے' اس طرح ایک قوم وملت کی ترقی یا دوسرے الفاظ میں ایک معاشرے کا اقتصادی' تمدنی اور علمی ارتقا بھی معاشرے میں موجود مخصوص قوانین وعلل کی پیروی کا نتیجہ ہیں۔ اسلام نے اپنی دعوت کی بنیاد انسانی فکر کی بیداری کو قرار دیا ہے۔ اس نے لوگوں کے لیے مخصوص فرائض قرار دیئے۔ انبیاء علیہم السلام کی دعوت تبلیغ' جزاوسزا' جنت وجہنم ان فرائض کے وجود کی اہم ترین دلیلیں ہیں۔ قرآن آخرت کی نجات اور دنیا کی خوش بختی کو نیک اعمال کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ یہ سب باتیں ثابت کرتی ہیں کہ ہمارے اعمال ہی ہمارا مستقبل سنوارتی ہیں۔ گویا ہماری تقدیر جاری رفتار وکردار پر منحصر ہے۔ دیکھئے قرآن کیا کہتا ہے۔

ترجمہ:۔ "اگر تم خدا کی مدد کروگے تو خدا تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں پائیدار ثابت قدم رکھے گا۔" (محمد۔۷)

یہاں ہم ایک اور آیت پیش کرتے ہیں جس میں بتایا گیا ہے کہ خدا سے مدد لینے والے کون ہیں اور کون اس کی باتیں قبول کرتے ہیں۔

ترجمہ:۔ "اور صرف وہی شخص نصیحت قبول کرتا ہے۔ جو (خدا کی طرف) رجوع (کرنے کا ارادہ) کرتا ہے۔ سو تم لوگ خدا کو اعتقاد کرکے پکارو...... (مومن۔ ۱۴۔۱۳)

چنانچہ یہی قضاوقدر الٰہی ہے کہ ایک قوم صاحب توقیر وسربلند ہو اور دوسری ذلیل وخوار۔ یہی منشائے پروردگار ہے کہ ایک گروہ عظمت وشرف حاصل کرے دوسری ذلت وشکست۔ آخر ایسا کیوں؟

یہ اس لیے کہ خداوند عالم نے یہی طے کررکھا ہے کہ جو افراد' قوم یا امت عزت وشرف اور ارتقا کے عوامل پر عمل کرے گی۔ اپنی ترقی کے لیے جدوجہد کرے گی' معاملات میں دھوکہ' فریب' ملاوٹ' جعل سازی سے کام نہ لے گی۔ دوسروں کا مال ہڑپ نہ کرے گی' سعادت ونیکی کی راہ پر گامزن ہوگی' صاحب توقیر اور سربلند رہے گی۔ جبکہ جو قومیں اور امتیں سستی کاہلی کو شعار بنائیں گی۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھی رہیں گی' دوسروں پر تکیہ کریں گی' بداعمالیاں اختیار کریں گی انہیں بہر حال ذلت وخواری نصیب ہوگی۔

پس یہ انسان کا اپنا ارادہ اور مختاری ہی ہے جو خود اللہ کے مقرر کردہ سعادت وعزت قوانین پر عمل کرتا ہے یا ذلت ورسوائی کی گمراہ کن راہ اختیار کرتا ہے۔ اس طرح دیکھ لیجئے کہ دونوں راہیں اپنے مخصوص قوانین اور معین نظام بھی رکھتی ہیں۔ مگر ہوتا کیا ہے کہ جب انسان ایک طرف نافرمانوں اور کافروں کے کرتوت دیکھتا ہے اور سوچتا ہے کہ وہ

کس طرح پھل پھول رہے ہیں۔ دوسری جانب اہل ایمان کی اطاعت شعاریاں دیکھتا ہے ان کے باوجود ان کو مصائب و آلام میں مبتلا پاتا ہے تو قدرتی طور پر اس کے دل میں ایک عجیب حسرت آمیز استفہام گردش کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اسی استفہام کا جواب کس لطیف پیرائے میں دیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

ترجمہ:۔ کہہ دو خدا تمام ملکوں کا مالک ہے' جسے چاہے حکومت دے' جس سے چاہے چھین لے۔ عزت بخشے اور جس کو چاہے ذلیل کرے' بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے بے شک ہر چیز پر قادر ہے۔ .... جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

(آل عمران ۲۷/۲۶)

اگر اللہ چاہے تو.............؟

قرآن پاک کے مطالعہ کے دوران آپ دیکھتے ہیں کہ متعدد مقامات پر "الا ان یشاء ربی شیئا" (اگر میرا رب چاہے تو ضرور ہو سکتا ہے) اور "الا ان یشاء اللہ ربنا" (اگر یہ ہمارا رب کرنا چاہے تو) قسم کے چھوٹے چھوٹے بول نظر آتے ہیں۔ جنہیں پڑھ کر ہم سرسری طور پر گزر جاتے ہیں۔ سورہ کہف آیت ۲۴۔ ۲۳ میں ارشاد ہوتا ہے کہ کسی چیز کی متعلق دعوے کے ساتھ نہ کہہ دیا کرو کہ میں ایسا کروں گا بلکہ اس طرح کہا کرو کہ اگر اللہ چاہے تو ایسا کروں گا۔ اس سے مسلمان جو اللہ کی بادشاہی کا ٹھیک ٹھیک ادراک رکھتا ہے کبھی اپنے بل بوتے پر یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں فلاں کام کروں گا بلکہ جب وہ ارادہ کرے تو اللہ کی مرضی کو ضرور شامل حال کر لے' کیونکہ اس ارادہ کو پورا کرنا خدا کی مشیت پر موقوف ہے۔ وہ توفیق دے گا تو اس کام میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

دوسری اور ضروری بات یہ ہے کہ ہم کسی کو صالح' پاکیزہ' توحید پرست بنانے کی کوشش تو کر سکتے ہیں مگر اس ارادے سے آگے ہماری حدود ختم ہو جاتی ہیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تھے کہ اس قوم کو سمجھاتے سمجھاتے مدتیں گزر گئیں اور کسی طرح یہ راستے پر نہیں آتی تو بسا اوقات آپ ﷺ کے دل میں خواہش پیدا ہوتی کہ کاش کوئی نشانی خدا تعالیٰ کی جانب سے ایسی ظاہر ہو جس سے ان لوگوں کا کفر ٹوٹے اور یہ میری صداقت تسلیم کر لیں۔ آپ کی اس خواہش کا جواب قرآن کس طرح دیتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

ترجمہ:۔ "اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر سکتا تھا۔ لہٰذا یہ مت سوچو' دعوت حق پر لبیک وہ لوگ کہتے ہیں جو سننے والے ہیں' رہے مردے تو انہیں تو اللہ قبروں ہی سے اٹھائے گا۔ پھر وہ لوگ (اس کی عدالت میں پیش ہونے کے لیے) واپس لائے جائیں گے۔ (الانعام ۳۶۔۳۵)

یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ قانون فطرت کے تحت جو کچھ دنیا میں واقع ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ اپنی طرف منسوب کرتے ہیں' کیونکہ دراصل اس قانون کا بنانے والا اللہ ہی ہے اور جو نتائج اس قانون کے تحت رونما ہوتے ہیں' وہ سب حقیقت میں اللہ کے اذن و ارادے کے تحت ہی

قرآن آخرت کی نجات اور دنیا کی خوش بختی کو نیک اعمال کا نتیجہ قرار دیتا ہے

رونما ہوتے ہیں۔ ہٹ دھرم منکرین حق کا سب کچھ سننے پر بھی کچھ نہیں مانتے اور داعیٔ حق کی کسی بات کا ان کے دل میں نہ اترنا ان کی ہٹ دھرمی، تعصب اور جمود کا فطری نتیجہ ہے۔ قانون فطرت یہی ہے کہ جو شخص ضد پر اتر آتا ہے اور بے تعصبی کے ساتھ صداقت پسندانہ رویہ اختیار کرنے پر تیار نہیں ہوتا اس کے دل کے دروازے صداقت کے لیے بند ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ایک ذمہ دار مخلوق کی حیثیت سے انسان کو پیدا کیا' اسے تصرف' ارادہ اور عمل کے اختیارات دے دیئے۔ طاعت و عصیان کی آزادی بخشی۔ امتحان میں بیٹھنے کی مہلت دی اور اس کی سعی کے مطابق جزا اور سزا دینے کے لیے فیصلے کا ایک وقت مقرر کر دیا۔ اب دیکھیں کہ انسان اپنے قوت تصرف کو کس طرف عملی جامہ پہناتا ہے۔

اگر اللہ کو یہی بات مطلوب ہوتی کہ تمام انسان کسی نہ کسی طور پر راست روش جائیں تو اللہ تعالیٰ کو نبی بھیجنے اور کتابیں نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی اور مومنین سے کفار کے مقابلے میں جدوجہد کرانے اور دعوت حق کو تدریجی تحریک کی منزلوں سے گزارنے کی کیا حاجت تھی۔ یہ کام تو خود اللہ تعالیٰ ایک تخلیقی اشارے سے کر سکتے تھے لیکن یہ اس کی منشاء میں شامل نہیں تھا۔ اس کی منشاء تو یہ ہے کہ حق کو دلائل و براہین کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ لوگوں کو آزادی دی جائے کہ وہ اپنے فکر صحیح کو بروئے کار لائیں۔ پھر تفکر و تدبر کے ساتھ ارادہ کریں اور حق کو پہچان لیں اور اپنے آزاد اختیار سے ایمان لائیں۔ انسانوں کے مجموعہ میں سے صالح عناصر کو اپنے استدلال' بلند نصب العین' بہتر اصول زندگی کی کشش سے اپنی جانب راغب کریں۔ اللہ اس ارادہ اور عمل میں ان کی رہنمائی کرے گا۔ پھر کہیں "جو مرضی خدا کی۔" لیکن اگر کوئی یہ چاہے کہ اس فطری راستے کو چھوڑ کر جو خدا چاہتا ہے' بیٹھے بٹھائے بغیر فکر صالح کے سعادت و خیر نصیب ہو جائے تو یہ مشکل ہے' اس کے لیے ارادہ و عمل انتہائی ضروری ہیں۔

مراد پیغمبر داماد حیدر کرارؓ خلیفہ ثانی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تحریر: صاحبزادہ عزیز الرحمٰن

خلیفہ ثانی فاروق اعظم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور دوسرے خلیفہ ہیں۔

آپؓ کا اسم گرامی عمر، ابو حفص کنیت اور فاروق آپکا لقب ہے، آپؓ کے والد کا نام خطاب ہے، آپ قریش کے ممتاز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

آپؓ کے اجداد کا شمار قریش کے چند بڑوں میں ہوتا تھا، آپ کے دادا عدی عرب کے دیگر قبائل کے آپس کے جھگڑوں میں فیصل مقرر ہوتے تھے اور آپ کے فیصلوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور تسلیم کیا جاتا تھا۔

دادھیال کیطرح آپ کا ننھیال بھی معزز خاندان تھا آپ کی والدہ ہاشم بن مغیرہ کی صاحبزادی تھیں۔

ہاشم بن مغیرہ جو کہ حضرت عمر کے نانا تھے قریش کے جنگی امور کے نگراں تھے۔

آپؓ خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں تیرہ سال چھوٹے تھے۔

زمانہ شباب میں شہسواری، خطابت، پہلوانی اور نسب دانی میں ماہر تھے۔ زمانہ جاہلیت میں لکھے پڑھے لوگوں میں آپکا شمار ہوا کرتا تھا۔

ابتداءً آپ کا ذریعہ معاش تجارت تھا جسمیں آپ نے دور دراز کے ممالک کے اسفار کرکے اپنے تجربات میں اضافہ کیا۔

آپؓ کی پیدائش کے ستائیس سال بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ توحید کی دعوت دی اور لوگوں کو بت پرستی چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا، جس سے قریش کے سرکردہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے دشمن بن گئے۔ حضرت عمر فاروقؓ بھی نامانوس آواز سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف بن گئے۔ آپ کے خاندان کی ایک لونڈی نے اسلام قبول کیا تو آپ اسے اسقدر مارتے تھے کہ وہ لہولہان ہوجاتی آپ مارتے مارتے تھک کر بیٹھ جاتے پھر تھکاوٹ اتار کر دوبارہ مار پیٹ کا عمل شروع فرما دیتے۔

جب قریش کی اسلام دشمنی حد سے بڑھ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: "یا اللہ! اسلام کو عزت عطا فرما عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام کے ذریعے سے۔" تو اللہ رب العزت نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا عمر بن خطابؓ کے حق میں قبول فرمائی۔

آپ اسلام قبول کرنے والوں میں چالیسویں مسلمان تھے۔

آپ کے اسلام لانے کا واقعہ بھی عجیب و غریب ہے۔

آپ اپنے گھر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کرنے کے ارادے سے نکلے تھے کہ راستے میں ایک ساتھی سے ملاقات ہوئی انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطرناک تیور دیکھ کر بھانپ لیا کہ اچھے ارادے سے نہیں جا رہے۔

ان کے استفسار پر فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے جا رہا ہوں تاکہ جھگڑا ہی ختم کر دوں، انہوں نے کہا کہ عمر پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو تمہاری بہن اور بہنوئی بھی تو اسلام قبول کر چکے ہیں نہایت غصہ میں اپنی بہن فاطمہ بنت الخطاب کے ہاں پہنچے۔

بہن اور بہنوئی قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے، آپ کی آواز سنکر انہوں نے قرآن پڑھنا بند کر دیا۔ بہن سے پوچھا کہ کیسی آواز آرہی تھی۔ انہوں نے خاموشی اختیار کی لیکن آپ نے کہا میں سن چکا ہوں اور مجھے پتہ چلا ہے کہ تم دونوں بے دین ہو گئے ہو۔

بہن فاطمہؓ کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا، بہنوئی چھڑانے آئے تو انہیں بھی مار مار کر لہولہان کر دیا۔

ہمشیرہ نے کہا عمر! تم سے جو ہو سکتا ہے کر لو جو اسلام ہم قبول کر چکے ہیں وہ چھوڑ نہیں سکتے۔

بہن کے اس قدر پختہ عزم و حوصلے کے آگے عمر بن الخطابؓ جیسا بہادر انسان بھی حیران ہو کر رہ گیا۔

بہن کی طرف دیکھ کر فرمایا تم لوگ جو پڑھ رہے تھے وہ مجھے بھی سناؤ۔ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قرآن کریم کے اجزاء لا کر رکھ دیے اور کہا کہ پہلے پاکیزگی حاصل کرو پھر قرآن سناؤنگی اور پھر تلاوت سنائی تو حضرت عمرؓ پر رقت طاری ہو گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں تشریف فرما تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدھے وہاں پہنچے، دستک دی ہاتھ میں تلوار دیکھ کر صحابہؓ گھبرائے تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور نہایت بہادر تھے) نے فرمایا آنے دو اگر اچھے ارادے سے آئے ہیں تو ٹھیک ورنہ ان ہی کی تلوار سے ان کا سر قلم کر دونگا۔

دروازہ کھلنے پر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن پکڑ کر آنے کا مقصد پوچھا تو عرض کی کہ اسلام لانے کے لئے حاضر ہوا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرط محبت سے پر جوش نعرہ تکبیر بلند کیا اس زور سے کہ مکہ کی پہاڑیاں نعرہ تکبیر کی بازگشت سے گونجنے لگیں۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کرتے ہی مسلمانوں کے حالات میں تبدیلی آگئی اور اسلامی تاریخ کا نیا باب کھل گیا۔

اسلام قبول کرنیکے بعد سب سے پہلے آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ میں اعلانیہ باجماعت نماز پڑھنے پر آمادہ فرمایا۔

دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؓ کی غیرت ایمانی کی وجہ سے "فاروق" کا لقب ملا جو

قیامت تک کے لئے آپ کے نام کا جز بن گیا بلکہ نام سے زیادہ مشہور ہوگیا۔

ہجرت کے بعد جنگ بدر کے موقع پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر کا نصف اثاثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا اور بعد از فتح بدر کے قیدیوں کو قتل کرنے کا مشورہ دیا تھا جسے سورۃ انفال میں ذکر دیا گیا ہے۔ جبکہ محصورین بدر کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا تھا۔

پردے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپؓ کی رائے کو قرآن میں بیان فرمایا۔ جنگ احد کے بعد آپؓ کی بیٹی حفصہ حضور کے نکاح میں آئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تمام جنگوں میں دیگر صحابہؓ کے شانہ بشانہ شامل رہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے انتقال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تدبر اور معاملہ فہمی اور اصابت رائے نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مشورے سے آپؓ کو خلیفہ نامزد فرمایا اپنی زندگی ہی میں آپ نے خلافت کے نظام کو سنبھال کر اسلام اور عالم اسلام کے لئے عظیم خدمات انجام دیں۔ عراق ایران بیت المقدس اور دیگر بڑے بڑے شہر آپ ہی کے زمانے میں فتح ہوئے۔

مصر اور شام بھی آپؓ ہی کے زمانہ خلافت میں عالم اسلام میں شامل ہوئے۔

فلسطین کی مہم پر سپہ سالار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ۱۶ھ سولہ ہجری میں انہوں نے فلسطین میں بیت المقدس کے اردگرد کے بہت سارے شہروں پر قبضہ کر کے بیت المقدس کا محاصرہ کیا، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مہم سے فراغت پا کر ان کے ساتھ آملے بیت المقدس کے عیسائیوں نے کچھ دن تک تو ان کے محاصرہ کا دفاع کیا لیکن بالآخر مصالحت پر آمادگی کا اظہار کیا۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اطلاع ملی تو مجلس شوریٰ سے مشورہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نائب مقرر کر کے رجب ۱۶ھ میں مدینہ منورہ سے فلسطین کی طرف نہایت سادگی سے اپنے غلام کو ساتھ لیکر روانہ ہوئے، ایک اونٹ تھا اور آپ دو افراد تھے باری باری آپ دونوں سوار ہوتے تھے بیت المقدس کے قریب جب پہنچے تو باری غلام کی تھی آپ اس حال اور شان کے ساتھ فلسطین میں داخل ہوئے کہ پورے عالم اسلام کے سربراہ اور امیر ہونے کے باوجود آپؓ اونٹ کی نکیل تھامے ہوئے تھے اور غلام اونٹ پر سوار تھا۔

بیت المقدس کے متولی یہودی یہ منظر دیکھ کر باہر آئے اور بیت المقدس کی چابیاں آپ کے حوالے کر دیں۔

مصر کے فتح ہونے کے بعد ایک دن دریائے نیل میں پانی کم ہوگیا۔ آپؓ نے ایک خط دریائے نیل کے نام لکھا کہ اگر تو اللہ کے حکم سے چلتا ہے تو جاری ہو جا ورنہ ہمیں تیری اور تیرے پانی کی کوئی ضرورت نہیں۔ مصر کی تاریخ میں دریائے نیل کی روانی میں اس کے بعد کبھی کمی نہیں آئی۔

آپؓ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا داماد ہونے کا شرف حاصل ہے۔

شہادت: ذی الحجہ ۲۳ھ کے آخری دنوں میں صبح فجر کی نماز پڑھاتے ہوئے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مجوسی غلام فیروز ابولولو نے خنجر کے وار کر کے زخمی کیا۔ آپ زخمی ہو کر گر پڑے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر نماز مکمل کروائی۔ تین دن آپؓ زخمی رہے اس دوران آپؓ نے اپنے بعد خلافت کے لئے کچھ افراد کے نام تجویز فرمائے اور اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں تدفین کی اجازت منگوائی۔

یکم محرم الحرام ۲۴ھ بروز ہفتہ آپ نے جان جان آفریں کے سپرد فرمائی اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آرام فرما ہوئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رضوعنہ)

عظیم مسلمان

تحریر: عبدالرزاق درانی، ڈی آئی خان

مسلمانوں اور ایرانی مجوسیوں کے درمیان فیصلہ کن جنگ شروع تھی، جسے ہم جنگ قادسیہ کہتے ہیں، مدینے کے ہر شخص کی نگاہیں ایران کی طرف لگی ہوئی تھیں ایک بزرگ روزانہ مدینے سے باہر جا کر اس سڑک پر بیٹھ جاتے جو عراق سے ہو کر ایران کو جاتی تھی اور بڑی بے چینی سے جنگی قاصد کا انتظار کرتے تاکہ جنگ کے حالات سے باخبر ہوں۔

ایک دن اس کی مراد بر آئی ایک سوار آتا ہوا دکھائی دیا، وہ پہچان گئے کہ یہ جنگی قاصد ہے، وہ فوراً آگے بڑھے اور سوار سے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ مسافر نے چلتے ہوئے جواب دیا: ایران سے بزرگ نے فوراً دوسرا سوال کیا: کیا خبر ہے؟ ''مبارک'' سوار نے جواب دیا جنگ قادسیہ میں مسلمانوں کو فتح ہوئی ہے۔

سوار چلا جاتا تھا یہ بزرگ بھی اس سوار کے ساتھ دوڑتے جاتے اور فتح کے حالات پوچھتے جاتے، جب وہ اسی حالت میں مدینے میں داخل ہوئے۔ لوگوں نے سوار کے ساتھ دوڑتے ہوئے بزرگ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرنا شروع کیا، اس وقت سوار کو معلوم ہوا کہ میری سانڈنی کے ساتھ جو دوڑتے ہوئے آرہے تھے اور جنگ کے حالات پوچھ رہے تھے، وہ حضرت (عمر رضی اللہ عنہ) تھے۔ اس نے کہا: یاامیر المومنین! آپ نے مجھے اپنا نام کیوں نہیں بتایا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''میرے حالات پوچھنے سے زیادہ جنگ کے حالات پوچھنے ضروری تھے کیونکہ جنگ کے حالات میں خدا کی رضا اور خوشنودی تھی۔''

بطل حریت فاتح قیصر و کسریٰ ماہ محرم کی یکم تاریخ کو شہید کر دیئے گئے۔

ان کی خواہش کے مطابق محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پہلو میں دفن ہیں۔

تحریر: حافظ سعد شیخ (لاہور)

اپریل فول۔ مذاق یا بدمذاقی؟

اسے بدقسمتی کا نام دیں...... یا کم بختی کہیں...... کہ ہمارا معاشرہ ابتداء سے انتہا تک...... یہود ونصاریٰ کی اندھی تقلید کا شکار ہے...... جس کی وجہ سے...... غیروں کی ہلاکت خیز بیماریاں...... ہمارے معاشرہ میں...... سرایت کر چکی ہیں...... ''اپریل فول'' بھی...... دیگر معاشرتی مہلک بیماریوں کی طرح...... ایک خطرناک بیماری ہے...... جواب بے سوچ سمجھے رسم کی حیثیت اختیار کر چکی ہے...... اس رسم کے تحت...... اپریل کی پہلی تاریخ میں...... جھوٹ بول کر...... کسی کو دھوکہ دینا...... اور کسی کو بیوقوف بنانا...... نہ صرف جائز خیال کیا جاتا ہے...... بلکہ اسے قابل داد قرار دیا جاتا ہے...... جو شخص جتنا صاف جھوٹ بول کر...... جتنی چابکدستی سے...... کسی کو بے وقوف بنانے میں...... کامیاب ہو جاتا ہے...... اسے اتنا ہی قابل تعریف...... اور باکمال سمجھا جاتا ہے...... پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ...... مذاق ہی تو کیا ہے......؟ ارے اللہ کے بندو......! یہ کیسا مذاق ہے...... جس کے نتیجے میں...... بعض اوقات لوگوں کی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں......؟ ارے سوچو تو سہی......! یہ کیسی خوش طبعی ہے...... کہ جس میں لوگوں کی معصوم جانوں سے...... کھیلا جاتا ہے؟

یہ رسم...... اخلاقی اعتبار سے تو...... جیسی کچھ ہے...... ظاہر ہی ہے...... لیکن اس کا تاریخی پہلو بھی...... ان لوگوں کے لئے...... انتہائی شرمناک ہے...... جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقدس پر...... خواہ کیسا ہی ایمان رکھتے ہیں۔ اس رسم کی ابتدا کیسے ہوئی......؟ یہ کیوں منائی جاتی ہے......؟ اس بارے میں...... مورخین کے بیانات مختلف ہیں...... ان کا کہنا ہے کہ...... فرانس میں سترہویں صدی عیسوی سے پہلے...... سال کا آغاز...... جنوری کے بجائے اپریل سے ہوا کرتا تھا...... اس مہینے کو رومی لوگ...... اپنی دیوی وینس (Venus) کی طرف منسوب کر کے...... مقدس سمجھا کرتے تھے...... اس لئے یکم اپریل کے دن کو...... لوگ جشن مسرت منایا کرتے تھے...... اور اسی جشن مسرت کا ایک حصہ...... ہنسی مذاق بھی تھا...... جو رفتہ رفتہ ''اپریل فول'' کی شکل اختیار کر گیا...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ...... اس جشن مسرت کے روز...... لوگ ایک دوسرے کو تحفے تحائف دیا کرتے تھے...... ایک مرتبہ کسی نے تحفے کے طور پر...... کوئی مذاق کیا...... جو آخر کار رواج پکڑ گیا۔

اس رسم کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ...... ۲۱ مارچ سے موسم میں...... تبدیلیاں آنی شروع ہو جاتی ہیں...... ان تبدیلیوں کو...... بعض بدبختوں نے ایک دوسرے کو بے وقوف بنانا شروع کر دیا۔

(دیکھئے برٹانیکا صفحہ ۴۹۶ جلد ۱)

حضرت اقدس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اس نام نہاد مذاق کے بارے ان فرماتے ہیں...... ''یہ بات اب بھی مبہم ہی ہے کہ قدرت کے اس نام نہاد ''مذاق'' کے نتیجے میں یہ رسم چلانے سے ''قدرت'' کی پیروی مقصود تھی یا اس سے انتقام لینا منظور تھا''...... یہ رسم جس کی بنیاد جھوٹ...... دھوکے اور...... کسی بے گناہ کو بلاوجہ...... بے وقوف بنانے کی ہے...... اس کی ایک تیسری وجہ...... عیسائیوں اور یہودیوں کی بیان کردہ روایات کے مطابق...... یکم اپریل وہ تاریخ ہے جس میں...... رومیوں اور یہودیوں کی طرف سے...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تمسخر اور استہزاء کا نشانہ بنایا گیا...... موجودہ نام نہاد انجیلوں میں...... اس واقعے کی کچھ تفصیلات بیان کی گئی ہیں...... لوقا کی انجیل کے الفاظ یہ ہیں......:

''اور جو آدمی اسے (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو) گرفتار کئے ہوئے تھے۔ اور اس کی آنکھیں بند کر کے اس کے منہ پر طمانچے مارتے تھے اور اس سے یہ کہہ کر پوچھتے تھے کہ نبوت (یعنی الہام) سے بتا کہ کس نے تجھ کو مارا؟ اور طعنے مار مار کر بہت سی اور باتیں اس کے خلاف کہیں۔''

(لوقا ۲۲-۶۳:۶۵)

موجودہ انجیلوں میں ہی...... یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ...... حضرت مسیح علیہ السلام کو گرفتار کر کے...... یہودی سرداروں کی...... مختلف عدالتوں میں...... بار بار پیش کیا گیا...... جس کا مقصد...... محض ان کے ساتھ مذاق کرنا...... اور انہیں ایک سے دوسری طرح...... تکلیف پہنچانا تھا...... اور چونکہ یہ واقعہ یکم اپریل کو پیش آیا تھا...... اس لئے اپریل فول کی رسم...... غالباً اسی شرمناک واقعے کی یادگار ہے۔

بہرحال...... مذکورہ بالا تفصیل کا خلاصہ...... یہ کہ خواہ اپریل فول کی رسم...... وینس نامی رومن دیوی کی طرف منسوب ہو...... یا اسے (معاذ اللہ) ''قدرت کے مذاق'' کا ردعمل کہا جائے...... یا حضرت مسیح علیہ السلام کے مذاق اڑانے اور تکلیف پہنچانے کی یادگار...... ہر صورت میں اس کا رشتہ...... توہم پرستی، گستاخانہ نظریئے اور شرمناک واقعے...... سے جڑا ہوا ہے...... اور مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے...... یہ رسم بد...... بہت سے بدترین گناہوں کا مجموعہ ہے...... جن میں سرفہرست چار خطرناک گناہ ہیں......:

(۱) جھوٹ بولنا، (۲) دھوکہ دینا، (۳) دوسرے کو اذیت پہنچانا، (۴) ایک ایسے واقعے کی یادگار منانا جس کی اصل بت پرستی، پیغمبر خدا علیہ السلام کے ساتھ گستاخانہ مذاق اور ایک شرمناک واقعہ ہے۔

اب مسلمانوں کو خود...... یہ فیصلہ کرنا ہے کہ...... ان کے لئے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نجات کا ذریعہ ہے یا اپریل فول جیسی رسم بد......؟ حاملان قرآن بتائیں...... کیا یہ غلیظ رسم اس لائق ہے کہ...... اسے مسلم معاشرہ میں فروغ دیا جائے؟ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی...... ذرا غور کریں...... کہ انہیں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے بجائے جہالت کے شکار مغرب کی اندھی تقلید زیب دیتی ہے......؟

نہیں، تو آج ہی یہ عہد کر لیں کہ...... ہم چونکہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں...... اس لئے ہر کام میں...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اپنائیں گے...... مغرب کی حیا سوز اور ایمان دشمن رسمیں اور بیماریاں...... اپنے معاشرے میں...... جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے...... یہی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا ہے......

حضرت مولانا سید نفیس شاہ الحسینی کے گھر پر چھاپہ

حکومت کا ایک اور بزدلانہ اقدام مختلف دینی رہنماؤں کے خیالات کا اظہار

(رپورٹ: ابوارسلان) حکومت حضرت نفیس شاہ الحسینی کے ساتھ ہونے والے واقعہ کا فوری ازالہ کرے۔ حضرت شاہ صاحب ایک پرامن جماعت مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر ہیں، ان کا کام صرف اور صرف امن کا درس دینا ہے، پولیس نے ۲۲/۲۳ مارچ کی درمیانی شب کو ان کے گھر پر حملہ کر کے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے، جس کا خمیازہ حکومت کو بھگتنا پڑے گا۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین حضرت مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، مولانا بشیر احمد، مولانا خدا بخش ملتان، مفتی محمد جمیل خان، مولانا نذیر احمد تونسوی، مولانا اشرف کھوکھر کراچی، صاحبزادہ طارق محمود فیصل آباد، مولانا احمد میاں حمادی، مولانا راشد مدنی، مولانا حفیظ الرحمٰن ٹنڈو آدم، مولانا خان محمد خیر پور میرس، مولانا محمد حسین ناصر سکھر، حافظ احمد بخش رحیم یار خان، مولانا محمد اسحاق ساقی بہاولپور، مولانا محمد قاسم رحمانی بہاولنگر، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی لاہور، حافظ محمد ثاقب، مولانا فقیر اللہ اختر گوجرانوالہ، مولانا عبدالرزاق اوکاڑہ، مولانا غلام حسین جھنگ، مولانا مفتی محمود الحسن راولپنڈی، مولانا قاضی احسان احمد اسلام آباد، مفتی خالد میر آزاد کشمیر، مولانا قاری نورالحسن نور پشاور نے اپنے بیانات میں کیا۔ اور اس کے علاوہ حیدر آباد سندھ سے مولانا عبدالسلام، مولانا سیف الرحمٰن آرائیں، مولانا عبدالمتین، مولانا جمیل الرحمٰن، قاری شمس الدین، میر پور خاص سے مولانا فیض اللہ، مولانا مفتی عبیداللہ انور، مولانا شیر احمد کرنالوی، مولانا محمد اکبر راشد، مولانا محمد عبداللہ، مولانا مفتی منیر احمد طارق، مولانا عبدالحفیظ سیال۔ کنری سے مولانا عبدالستار، مولانا عبدالواحد چانڈیو، مولانا عبدالغفور قاسمی، حافظ محمد شوکت، محمد حنیف مغل اور ماسٹر عبدالواحد۔ کوٹ غلام محمد سے مولانا محمد احمد، ماسٹر اسلم۔ ڈگری سے مولانا احتشام الحق خیری، حافظ غلام غوث، مولانا حفیظ الرحمٰن، حافظ محمد طاہر۔ جھڈو سے مولانا حافظ محمد شریف، حافظ عبدالعزیز، جناب منور علی راجپوت، قاری عبدالعزیز۔ کبھو سے حافظ محمد نسیم۔ نوکوٹ سے مولانا محمد اسحاق، مولانا قاری محمد زمان، مولانا محمد ایوب، مولانا محمد حسن مدنی، مولانا حسین احمد مکی۔ گولارچی سے مولانا عبدالخبیر ہزاروی، حکیم مولوی محمد عاشق نقشبندی، حکیم محمد سعید انجم، سید علی حیدر شاہ، محمد مراد آرائیں، ملک عظمت خان۔ بدین سے مولانا عبدالستار جاوڑا۔ کھوسکی سے مولانا عبداللہ سندھی، مولانا عبدالحمید حیدری۔ شادی لارج سے حافظ عبدالخالق، محمد صفدر صدیقی۔ ٹنڈو آدم سے محمد طاہر، مولانا محمد زاہد حجازی، حافظ محمد طارق۔ گمبٹ سے مولانا عبدالسمیع۔ سکھر سے سید آغا محمد جان، مولانا قاری خلیل احمد۔ بھکر سے مولانا محمد عبداللہ، رانا آفتاب احمد، ڈاکٹر دین محمد فریدی۔ دریا خان سے مولانا غلام فرید، مولانا محمد ابوبکر، مولانا فاروق، مولانا اللہ بخش، خانقاہ سراجیہ صاحبزادہ عزیز احمد، صاحبزادہ خلیل احمد، مولانا عبدالرحیم ناصر، قاری ریحان اللہ، مولانا وارث علی، نواں حیدروالہ مولانا محمد یوسف، حافظ محمد اقبال، قاری فتح محمد، گوجر خان سے مولانا عبدالمتین، راولپنڈی سے قاری محمد امین، قاری محمد اصدق مدنی، مولانا عبدالخبیر ہزاروی، قاری محمد امین خان، قاری محمد یوسف ہزاروی، مولانا اشرف علی، مولانا عبدالغفار توحیدی، مولانا حسین علی توحیدی، حکیم حافظ عبدالرحمٰن، اسلام آباد سے مولانا محمد شریف ہزاروی، مولانا قاری احسان اللہ، مولانا محمد صادق صدیقی، مولانا عبدالعزیز مولانا ظہیر علوی، ہری پور سے مولانا محمد عبداللہ، مولانا محمد الیاس، مولانا حفیظ الرحمٰن، قاری عبدالمالک۔ ایبٹ آباد سے وقار گل، چوہدری محمد ساجد۔ مانسہرہ سے مفتی وقار الحسن ملتانی، ظہور الحق ملتانی مولانا محمد یوسف عبدالرؤف روفی اور دیگر احباب نے سید نفیس شاہ الحسینی صاحب کے گھر پر پولیس کے ناجائز چھاپہ کی شدید مذمت کی ہے اور حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت فوری طور پر اس واقعہ کا ازالہ کرے اور اگر حکومت کی اس میں مرضی شامل نہیں تھی تو جس قادیانی یا قادیانی نواز افسر کے ایماء پر یہ واقعہ ہوا اس کو فی الفور معطل کرے۔

گولارچی: مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر سید نفیس شاہ الحسینی کے گھر پر پولیس کا حملہ علماء کرام کی توہین ہے۔ حکومت اس کا فوری ازالہ کرے اور حملہ کرنے والے پولیس افسران کو معطل کرے اور سزا دے۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گولارچی کے ایک اجلاس جو حکیم محمد عاشق نقشبندی کی صدارت ہوا تھا کیا۔ اجلاس میں مولانا عبدالخبیر ہزاروی، مولانا محمد علی صدیقی، حکیم محمد سعید انجم، سید علی حیدر شاہ، نجم الدین، محمد زاہد آرائیں، حاجی محمد ابراہیم میمن، حاجی حمید اللہ خان، فقیر محمد تھیبو، محمد اسلام، محمد اہدانی اور دیگر دوستوں نے شرکت کی۔

بدین: سید نفیس الحسنی شاہ صاحب تمام دینی اداروں اور جماعتوں کے قابل احترام شخصیت ہیں ان کے گھر پر چھاپہ حکومت کا بزدلانہ اقدام ہے۔ ان خیالات کا اظہار جمعیت علماء اسلام بدین کے رہنما حافظ محمد زبیر، حافظ عبدالواحد، مولانا عبدالستار چاوڑا، مولانا عبدالواحد نے ایک بیان میں کیا۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ حکومت مولانا شاہ صاحب دامت برکاتہم سے ہونے والی زیادتی کا فی الفور ازالہ کرے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا اللہ وسایا صاحب ۱۸ مئی تا ۲۳ مئی گولارچی، کنری، اور میر پور خاص کا چھ روزہ دورہ کر رہے ہیں ۱۸ مئی کا جمعۃ المبارک گولارچی میں اور اس کے ساتھ اتوار ۲۰ مئی کنری دو روزہ رد قادیانیت کورس اور ۲۱ تا ۲۳ مئی کو میر پور خاص میں رد قادیانیت کورس پڑھائیں گے اور اس دوران جھڈو، کنری اور میر پور خاص میں سالانہ ختم نبوت کانفرنسوں سے خطاب بھی فرمائیں گے۔

عالمی کانفرنس

بتاریخ ۱۵-۱۶-۱۷ محرم الحرام، ۱۴۲۲ — ۹-۱۰-۱۱ اپریل ۲۰۰۱ بمقام پشاور شہر

جس میں جمعیت علماء ہند کے صدر مولانا اسعد مدنی دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا مرغوب الرحمن کے علاوہ افغانستان، انڈیا اور بنگلہ دیش کے مندوبین شرکت فرمائیں گے۔

برائے رابطہ

ابو معاذ مولانا گل نصیب خان ناظم عمومی جمعیت علماء اسلام صوبہ سرحد

جامعہ معارف العلوم الشرعیہ تیمرگرہ ضلع دیر

فون رابطہ : ۰۹۳۶-۷۶۱۵۷۱
فون رہائش : ۰۹۳۶-۷۶۱۳۶۸
فون مدرسہ : ۰۹۳۵-۸۲۱۵۲۹

جمعیت علماء اسلام صوبہ سرحد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں یک روزہ سالانہ

ختم نبوت کانفرنس

یکم صفر ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۶/اپریل ۲۰۰۱ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء

بمقام جامع مسجد ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان

زیر سرپرستی	زیر صدارت
شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ	پیر طریقت حضرت مولانا سید نفیس الحسینی مدظلہ

مہمانان گرامی

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب	حضرت مولانا عبدالستار تونسوی صاحب
حضرت مولانا سید عبدالمجید ندیم صاحب	حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب
حضرت مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی صاحب	حضرت مفتی نظام الدین شامزی صاحب
حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بھکر	حضرت قاری محمد حنیف جالندھری صاحب
حضرت صاحبزادہ طارق محمود صاحب	حضرت مولانا عبدالغفور حقانی صاحب
حضرت مولانا عبدالبر محمد قاسم صاحب	حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب
حضرت مولانا بشیر احمد صاحب	حضرت مولانا خدا بخش شجاع آبادی
حضرت مولانا عبدالکریم ندیم صاحب	حضرت مولانا محمد اشرف صاحب مانکوٹ
حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی	حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی صاحب
حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	حضرت مولانا احمد بخش صاحب

اہل اسلام سے جوق در جوق شرکت کی استدعا ہے

الداعی الی الخیر: (حضرت مولانا) عزیز الرحمٰن جالندھری، مرکزی ناظم اعلیٰ

فون: 514122